آؤ لوگو کہ یہیں نور خدا پاؤ گے ٭ لو تمہیں طور تسلی کا بتایا ہم نے

ریویو آف ریلیجنز

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر

جلد ۵ — نمبر ۱

بابت ماہ جنوری ۱۹۰۶ء

فہرست مضامین

اسلام بجواب پادری سیل صاحب (۴) اسلامی بہشت اور دوزخ — ۱-۲۱

وصیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام — ۲۲-۳۵

ضمیمہ متعلقہ رسالہ الوصیتہ — ۳۶-۳۹

ہندوستان میں عیسائی مذہب کی ناکامی کی وجہ — ۴۳-۴۵

رویات والہامات حضرت مسیح موعود — ۴۶

امریکہ میں تبلیغ

مسٹر محمد الگزنڈر رسل وب صاحب کا خط مرقومہ ۲۶-نومبر ۱۹۰۵ء جو مجھے اخیر دسمبر میں ملا ہے اس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین کرتا ہوں کیونکہ بہت سے احباب نے خواہش کی ہے کہ ایسے خطوط وقتاً فوقتاً شایع ہوتے رہنے چاہئیں وہ لکھتے ہیں -

ور السلام علیکم ورحمتہ اللہ - آپ کا پہلی تاریخ کا عنایت نامہ مجھے ابھی پہنچا ہے - اور میں اسی وقت اسکا جواب بھی لکھنے بیٹھ گیا ہوں - میں آپ کو یقین دلاتا ہوں - کہ اشاعت اسلام کے لئے کوئی خدمت خواہ وہ کتنی ہی چھوٹی ہو کرنے سے مجھے بہت خوشی حاصل ہوتی ہے - اور چونکہ آپ کے میگزین کو میں سچے دل سے ایک نہایت زبردست ذریعہ صداقت کے پھیلانے کا سمجھتا ہوں اس لئے مجھے آپ کی خدمت کرنے سے خوشی ہوتی ہے - جو کاپیاں میگزین کی آپ مجھے بھیجتے رہے ہیں - وہ میں ان لوگوں کو بانٹ دیتا رہا ہوں جنہوں نے اُسے شوق سے پڑھنے کا اقرار کیا اور جب زیادہ کاپیاں مجھے بھیجی جاتی تھیں تو میں اُن کو ایسے طور پر تقسیم کر دیا کرتا تھا جس سے کوئی فائدہ ہو بعض ایسی مثالیں تو میرے علم میں ہیں جہاں ان میگزینوں نے تحقیق کی روح پیدا کر دی ہے مگر مجھے یہ علم نہیں کہ کوئی چندہ دہندہ الاخرید ار بھی پیدا ہوا ہے یا نہیں - اس ملک کے لوگ عجیب قسم کے ہیں وہ ایسی باتوں کے لئے جن سے ان کو نفسانی لذات اور خوشی حاصل ہو سوسائٹی میں عزت بڑھے - کھلے دل سے روپیہ خرچ کرتے ہیں بڑا بننے کی خواہش اس جگہ دوسرے یورپی ممالک سے بہت بڑھی ہوئی ہے - کیونکہ اسکا حاصل کرنا بھی آسان ہے - اور روپیہ سے فی الفور آدمی بڑا بن جاتا ہے - یہ ایک بڑی بھاری روک ہے جسکا مجھے مقابلہ کرنا پڑا ہے - ہزاروں لوگ ایسے ہیں جو آج اسلامی عقیدہ کو ظاہر کرنے کے لئے تیار ہیں اگر ان کو یہ خوف نہ ہو - کہ اس سے سوسائٹی میں ان کی حیثیت بگڑ جائے گی - آپ کہیں گے کہ یہ تو اس بات کی علامت ہے کہ انہوں نے اسلام کو ٹھیک سمجھا نہیں اور انکے دلوں میں وہ بات نہیں جس کا وہ مُنہ سے اقرار کرتے ہیں یہ بات ایک حد تک صحیح ہے مگر بکلی صحیح نہیں - اصل بات یہ ہے کہ انکی خود غرضی اور اخلاقی بزدلی انکے کانشنس کی ترغیبت پر غالب آجاتی ہے - میں نے ایکدفعہ ایک دوست کو تحریک کی کہ وہ آپکے میگزین کو خریدا کرے تو اس نے جواب دیا کہ میں تو خوشی سے ایسا کروں مگر آپ جانتے ہیں - کہ میری عورت ایک متعصب ممبر میتھوڈسٹ کلیسیا کی ہے اور میگزین کے میرے گھر میں ہونے سے فساد پیدا ہوگا جب میں گیارہ سال ہوئے اپنا رسالہ مسلم ورلڈ نکالا کرتا تھا - اور اسے نہایت کم قیمت پر فروخت کرتا تھا - تو اسوقت بھی امریکہ میں بہت خریدار نہ تھے - کیونکہ وہ ایسے ایک تبلیغی پرچہ سمجھکر یہ چاہتے تھے کہ اسکی اشاعت مفت ہو چنانچہ مجھے بھی یہی طریق اختیار کرنا پڑا تھا -

کوئی کہیگا کہ وب صاحب امید بھی دلاتے ہیں اور نا مہدی بھی مگر میں اپنی جماعت کو مخاطب کر کے یہ کہتا ہوں کہ ہم ہرگز نا امید نہیں کیونکہ خداتعالیٰ کے وعدے ہیں کہ وہ اسلام کو غالب کریگا اور اس سلسلہ کے ذریعہ سے اسے ملکوں میں پھیلائیگا ہمارا کام کوشش اور بہت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اسلام (۶) بجواب سیلؔ۔

اسلامی بہشت اور دوزخ

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ معترضین جب اسلام پر اعتراض کرتے ہیں تو کسی اصول کی پابندی سو نہیں کرتے۔ مثلاً ایک مسلمان جب عیسائی مذہب پر کوئی اعتراض کریگا تو وہ ایسا اعتراض ہرگز نہیں کریگا۔ جو اس کے اپنے مذہب پر آتا ہو۔ مگر عیسائی صاحبان کو اس بات کی قطعًا کوئی پروا نہیں۔ خدا جانے کب تک ان کا یہ شیوہ چلا جائیگا اور کب وہ سمجھیں گے کہ مذہب دہوکہ بازی کا نام نہیں۔ بلکہ حق طلبی اور حق پسندی سچے مذہب کی پہلی نشانی ہے۔ پھر ایک اور عجیب بات ہے کہ جس لفظ پر اُنکے خیال میں کوئی زد پڑ سکتی ہو۔ خواہ وہ کیسی ہی لغو اور اپنے اصول کے برخلاف بھی کیوں نہ ہو۔ وہ تو پادری صاحبان بڑی محنت سے ورق گردانی کرکے نکال لیتے ہیں مگر صاف اور صریح آیات جنپر اگر وہ غور کریں تو ان کا اعتراض خود ہی دُور ہو جائے وہ ان کو ملتی ہی نہیں۔ مگر تعجب کیا کیا جائے جب ان لوگوں نے تعصب کی پٹی آنکھوں پر باندھ رکھی ہے اور اُنکی غرض اسلام کے اصول کی تہ تک پُہنچنا نہیں بلکہ صرف اسکو کسی نہ کسی رنگ میں بدنما کرکے دکھلانا ہے تا عیسائیت کا دَورہ ختم نہ ہو جائے انجیل کو مان کر نعماے جنت اور آلام نار پر اعتراض کرنا بڑی جرأت کا کام ہے مگر اس بات کو چھوڑ کر میں یہ کہتا ہوں کہ کیا پادری صاحب نے کبھی جنّت اور نار کے متعلق قرآن کریم کی کل آیتوں کو یکجائی نظر سے دیکھا اور انپر غور کیا ہے کہ اسلام کا اصل منشا کیا ہے ہم تو دیکھتے ہیں کہ دنیا کی کل مذہبی کتابوں میں سے یہ خصوصیت صرف قرآن کریم ہی میں پائی جاتی ہے۔ کہ نہ صرف اس نے بہشت کی لذات اور راحت کے اصل فلسفہ کو نہایت صفائی سے بیان کیا ہے۔ بلکہ وہ طریق بھی بتا دیا ہے جسپر چلکر انسان اِسی دنیا میں اس موعودہ جنّت کی جھلک دیکھ سکتا ہے اور یقین کامل ہے بول اُٹھتا ہے کہ واقعی حق وہی ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن شریف میں بیان فرمایا

ہے۔ یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ اس سے نہ صرف اسلام کا دامن تمام اعتراضوں سے ہی پاک ہوتا ہے بلکہ معًا یہ بھی ثابت ہو جاتا ہے کہ واقعی اسلام ہی حصول نجات کا اکیلا ذریعہ ہے کیونکہ جس نجات کا وہ آئندہ وعدہ کرتا ہے اس نجات کا مزہ وہ اسی دنیا میں چکھا دیتا ہے تمام مذاہب نے آئندہ زندگی اور اس دنیا کی زندگی کے درمیان موت کو ایک ایسا پہاڑ سمجھا ہے کہ اسکے اِدھر کے نظاروں کو اُدھر کے نظاروں سے گویا کچھ تعلق ہی نہیں مگر اسلام کے نزدیک موت صرف اِس عالم سے اُس عالم کی طرف انتقال کرنیکا ایک دروازہ ہے اور جس روحانی حالت میں انسان اپنی موت کے وقت ہوتا ہے اسی حالتمیں وہ اپنے آپ کو اس دوسرے عالم میں پاتا ہے۔

اس امر کی تائید قرآن شریف کے بہت سے مقامات سے ہوتی ہے مثلاً اسی آیت پر غور کرو۔ من کان فی ھذہٖ اعمیٰ فھو فی الاخرۃ اعمیٰ واضل سبیلا۔ یعنی جو شخص اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا ہی رہیگا۔ اب ظاہر ہے کہ اُس دنیا میں اندھا رہنے سے یہ مراد ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا اور بہشتی زندگی اس کو نہیں ملیگی۔ پس آیت کا صاف مفہوم یہ ہے کہ جو شخص اس دنیا میں بہشتی زندگی حاصل نہیں کرلیتا وہ آخرت میں بھی جنت سے محروم رہیگا پس قرآن شریف کی رُو سے انسان کی بہشتی زندگی اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے اور اسکی بنیاد اسی جگہ رکھی جاتی ہو ایک اور امر قابل غور اس آیت میں یہ ہے کہ اندھا رہنے کی حالت کو گویا دوزخ سے تعبیر کیا ہے۔ جس سے یہ منشا ہے کہ جو شخص اس دنیا میں روحانی امور سے اندھا رہا اور جس نے اللہ تعالےٰ کے چہرہ کو اس دنیا میں نہیں دیکھا وہ اس سبب سے کہ ناپاکیوں میں اپنی زندگی بسر کرتا ہے گویا دوزخ میں پڑا ہوا ہے اور اسی دنیا کی ناپاکیوں کا دوزخ اسکے لئے آخرت میں دوزخ بن جائے گا بہشت کی سب سے بڑی نعمت دیدار الٰہی ہے اور اسلام یہ چاہتا ہے کہ انسان اللہ تعالےٰ کو اس کے چمکدار نشانوں سے اسی دنیا میں دیکھ لے اور اگر یہاں اس کو وہ آنکھیں نہیں ملیں جن سے وہ اللہ تعالیٰ کو یقین کامل سے دیکھتا ہے تو آخرت میں بھی اس سے محروم ہی رہیگا۔ پس جب نعمائے جنت میں سے سب سے بڑی نعمت بھی انسان کو اسی دنیا میں حاصل ہونی چاہئیے تو معلوم ہوا کہ لذات جنت کا حصول اسی دنیا سے شروع ہوتا ہے اگرچہ جیسا میں آگے چلکر دکھاؤنگا اس دنیا میں ان لذات کا حصول ایک باریک اور مخفی رنگ میں ہوتا ہے جس کو صرف عارف ہی پہچانتا ہے اور اس دوسری دنیا میں ان تمام لذات کا حصول نہایت کھلے طور پر ہوگا۔ پس اصل حقیقت اس دنیا کی بہشتی زندگی اور اُس عالم کی بہشتی زندگی کی ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کو ایک الگ تنگ

نور اور آنکھیں کھل جائیں۔

اسی طرح پر اور بہت سی آیات سے یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں صاف الفاظ میں فرماتا ہے۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ یعنی راستبازوں کے لئے جو مقام رب سے ڈرتے ہیں دو جنت ہونگے یعنی ایک جنت اسی دنیا میں اور ایک جنت آخرت میں۔ پس سب سے اوّل اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ اس دنیا میں جس جنت کا مومن کو وعدہ دیا گیا ہے وہ کس قسم کا جنت ہے یعنی اس کی حقیقت کیا ہے کیونکہ اصل حقیقت دونوں جنتوں کی ایک ہی ہے جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے۔ اگرچہ کیفیات میں فرق ہے قرآن شریف کی رُو سے اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت کا نام بہشتی زندگی ہے چنانچہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے۔ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ۔ یعنی اے نفس خدا کے ساتھ آرام یافتہ۔ اپنے رب کی طرف واپس آ وہ تجھ سے راضی تو اس سے راضی پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت کے اندر آجا یہی اعلیٰ درجہ کی روحانی حالت کہ انسان اسی دنیوی زندگی میں خدائے تعالیٰ کے ساتھ آرام پا جائے اور تمام اطمینان اور سرور اور لذت اس کی خدا میں ہی ہو جائے وہ حالت ہے جس کا نام بہشتی زندگی ہے اور یہ بہشتی زندگی اسی دنیا میں حاصل ہو جاتی ہے ایسا ہی قرآن شریف میں دوسری جگہ پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ یعنی جو شخص اپنے تمام قویٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اختیار کرتا ہے وہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اسپر نہ کوئی خوف اور نہ حزن وارد ہو سکتا ہے یعنی اوّل اسی دنیا میں ایک بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور یہ بہشتی زندگی آئندہ بہشتی زندگی کے لئے گویا بطور ایک تمہید کے ہوتی ہے۔ کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ اسلام کی تعلیم کی رُو سے تو اس دنیا کی بہشتی زندگی بھی انسان کو اُسوقت تک حاصل نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے نفسانی جذبات پر قابو نہیں پاتا اور اللہ تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری جس میں خدا اس سے راضی ہوا اور وہ خدا سے راضی ہوا اختیار نہیں کر لیتا۔ اور اسلام کے دشمن کہتے ہیں کہ اسلام ایک ایسے بہشت کی تعلیم دیتا ہے جو نفسانی جذبات کے پورا کرنے کا ذریعہ ہے۔ بہشت کی اس نہایت مطہر زندگی کو نفسانی زندگی کہنا ان عیسائی صاحبان کا ہی کام ہے جو ہر طرح کے نفسانی جذبات کے مطیع ہو کر بھی یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ مسیح کے کفارہ نے ان کو گناہ سے نجات دیدی ہے

اور نفسانی خواہشات کے پیچھے چلکر بھی وہ بہشت کی سیدھی سڑک پر قدم مار رہے ہیں کیا پادریصاحبان
کو کبھی یہ خیال نہیں آتا کہ اس مذہب کے خلاف نفسانی بہشت کا اعتراض کیونکر ہوسکتا ہے جو نجات کے
لئے ہر قسم کی خواہشات سے پاک ہونیکو ضروری ٹھہراتا ہے اور بغیر گناہ سے نجات کے حقیقی نجات کا اور کوئی
راہ ہی نہیں بتاتا۔ کیا مسلمان کبھی یہ خیال کرسکتے ہیں کہ انکا بہشت نفسانی جذبات کے پورا کرنے کا داخل
ہی نہیں ہوسکتے؟ پہلا قدم ہی بہشت کی طرف اسوقت اُٹھ سکتا ہے جب انسان تمام نفسانی جذبات
سے پاک ہوجائے اور پھر واقعی ان بہشتی زندگی کو حاصل کرنے کے لئے راستبازی کے اعلیٰ سے اعلیٰ
مراحل طے کرنے ضروری ہیں ۔ پس غور کرلو کہ یہ اعتراض جو اسلام کے خلاف کیا جاتا ہے ۔ کس قدر
حماقت پر مبنی ہے ۔
اگر اسلام حصول جنت کی بنیاد کسی ایسے عقیدہ ... پر رکھتا جیسے کفارہ جس کی رُو سے ایک غلطے کار
... نفسانی خواہشات میں مبتلا انسان مرتے ہی مغاً کفارہ کی طفیل جنت میں داخل ہوسکتا ہے تو نفسانی
بہشت کا اعتراض اسپر صادق آسکتا تھا ۔ مگر جس صورت میں اسلام کی یہ کھُلی کھُلی تعلیم ہے جس سے
کسی عیسائی کو بھی انکار نہیں ہوسکتا کہ بغیر گناہ سے نجات حاصل کرنیکے کوئی آدمی جنت میں داخل
نہیں ہوسکتا ۔ بلکہ جب تک اس دنیا میں اس کی زندگی بہشتی زندگی نہ ہو موت کے بعد بھی وہ بہشت
کا وارث نہیں ہوسکتا ۔ تو ایسے جنت کو نفسانی خواہشات کے پورا کرنیکا ذریعہ بتانا سخت حماقت
ہے بہشت کیا ہے اسلام کی تعلیم کے رُو سے یہ وہ مقام ہے جسکا حاصل کرنا انسان کی زندگی کا اعلیٰ
ترین مقصد ہے پس اسکی حقیقت تو خود وہ راہ بتاتی ہے جس راہ پر اسلام اس مقصد کے حاصل کرنیکیلئے
انسان کو چلانا چاہتا ہے ۔ کیونکہ کم ازکم اس امر میں تو کسی کو شک نہیں ہوسکتا کہ اسلام ایک اعلیٰ درجہ
کی پاکیزگی اور طہارت کی راہ پر انسان کو چلاتا ہے بلکہ عیسائیوں کو تو اس سے ایسی ٹھوکر لگی ہے کہ
انہوں نے اس پاکیزگی کو ناممکن الحصول سمجھکر اسلام پر اسی بنا پر اعتراض کیا ہے پس کوئی عقلمند انسان
یہ نہیں کہیگا کہ اس قدر پاکیزگی پر زور دینے کی غرض ایک ناپاک مقصد تک پہنچانا تھا ہیں
راہ کو دیکھو کہ اسلام انسان کو کس قدر پاک دل بنانا چاہتا ہے اور پھر قیاس کرو کہ اس کی غایت
اور غرض کس قدر پاکیزہ ہونی چاہیئے ۔ آخر نتیجہ تو انہیں ذرایع سے پیدا ہوتا ہے ہاں اگر اسلام
کی وہ تعلیم ہوتی جو عیسائی مذہب کی ہے کہ ایک ایسا انسان جو اس دنیا میں آخر عمر تک نفسانی
خواہشات کے پنجہ میں گرفتار رہا ہے وہ بھی مرتے ہی بہشت میں جاسکتا ہے تو یہ شک تھا ۔
کہ شاید اسلامی بہشت بھی نفسانی اغراض کے پورا کرنے کے لئے ہی ہو ۔

۴ ذریعہ ہی جبکہ وہ جانتے ہیں کہ اسلام کی تعلیم کی رو سے نفسانی جذبات کو دور کرنیکے بغیر وہ اسمیں .

علاوہ ازیں جب قرآن کریم پر غور کیا جاتا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسکی تعلیم کے رُو سے بہشت کی تمام نعمتیں اسی دنیا کی روحانی ترقیات کا نتیجہ ہیں اور انہی روحانی نعمتوں کا جو اسجگہ عارف کو ملتی ہیں ایک دوسرا نقشہ ہیں۔ جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَنَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ كُلَّمَا رُزِقُوا مِنْهَا مِن ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوا هَٰذَا الَّذِي رُزِقْنَا مِن قَبْلُ وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَهُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۔ یعنی جو لوگ ایمان لانیوالے اور اچھے کام کرنیوالے ہیں جن میں ذرہ فساد نہیں انکو خوشخبری دے کہ وہ اس بہشت کے وارث ہیں جسکے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جب وہ اسکے پھلوں کو کھائیں گے کہیں گے یہ وہی پھل ہیں۔ جو پہلی زندگی میں ہم کو دیے گئے تھے۔ اور (یہ اسلئے ہوگا کہ) انہی پہلی دنیا کی زندگی کے پھلوں کے (جو وہ کھا چکے تھے) مشابہ پھل ان کو دیے جاوینگے اور انکے لئے اس جنت میں پاک ازواج موجود ہونگے اور ہمیشہ اسی میں رہ پڑیں گے۔" اس آیت سے صاف ظاہر ہے کہ بہشت کی نعمتیں کس قسم کی ہونگی اور مسلمان انکو کیسا سمجھتے ہیں۔ اگر پہلی زندگی کے پھلوں سے مراد دنیا کے معمولی پھل جو درختوں میں لگتے ہیں لئے جاویں تو آیت کا مفہوم یہ ہوگا۔ کہ کسی بہشتی کو کوئی ایسا پھل نہ دیا جاویگا جو وہ اس دنیا میں کھا نہ چکا تھا۔ پس ایسا بہشت جس میں صرف وہی چیزیں ملسکتی ہیں جو انسان کو اس زندگی میں بھی میسر آئی تھیں کیونکر باعث کشش ہو سکتا ہے۔ علاوہ ازیں بہت سے راستباز ایسے بھی ہونگے جنہوں نے اس دنیا کی زندگی بڑی تنگی سے بسر کی ہوگی اور بہت سی اس دنیا کی نعمتیں انکے حصہ میں نہ آئی ہونگی تو کیا ان کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بہشت میں بھی انکو وہی کچھ . . . ملیگا جو یہاں کھانے پینے کیلئے ملتا تھا۔ کیا کبھی کسی مسلمان نے ایسا عقیدہ اپنا بیان کیا ہے۔ مگر آیت صاف طور پر کہتی ہے کہ جب جب انکو بہشت میں کوئی پھل دیا جاویگا وہ کہیں گے یہ پھل تو ہم پہلی زندگی میں بھی کھا چکے ہیں پس اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت میں جن پھلوں کا ذکر ہے وہ اس دنیا کی جسمانی نعمتیں نہیں ہیں۔ بلکہ وہ اعمال صالحہ کے پھل ہیں جو اس دنیا کے درختوں کے پھلوں سے بالکل الگ ہیں اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ضروری ہے کہ انسان روحانی طور پر وہ پھل اسی دنیا میں کھا چکا ہو یعنی آخرت میں بہشت میں داخل ہونیکے لئے ضروری ہے کہ ایک بہشت انسان کو اسی زندگی میں مل جائے۔ اور آخرت کا بہشت اس زندگی کے بہشت کا ہی ایک نقشہ ہوگا۔ ہاں اسکا

جو نعماء صرف روحانی طور پر محسوس ہو سکتی ہیں وہاں وہ کھلے کھلے طور پر ملیں گے۔

قرآن شریف کے دوسرے بہت سے مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہشت میں درختوں اور انہار اور پھلوں کا ذکر مثالی طور پر ہے ورنہ واقعی وہ اس دنیا کی چیزیں نہیں ہونگی کئی جگہ اس کی تصریح موجود ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر قرآن شریف میں نیکیوں کو عمدہ درختوں سے اور بدیوں کو برے درختوں سے مشابہت دی گئی ہے دیکھو سورہ ابراہیم آیت ۲۳ جہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ اور پھر اسکے ساتھ ہی دوسری آیت میں گویا اسی جنت کی تشریح کرتا ہوا فرماتا ہے۔ اَلَمْ تَرَ كَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَیِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ تُؤْتِیْۤ اُكُلَهَا كُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَیَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ۔ جنت کا تذکرہ فرماکر ساتھ ہی اس مثال کے بیان کرنے سے یہ مقصود ہے کہ یہ تعجب نہیں کرنا چاہیے کہ ایمانداروں کے لئے جنت کہاں سے آجائیں گے۔ تو دیکھتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال دی ہے کہ وہ ایمانی کلمہ جو ہر ایک افراط اور تفریط اور نقص سے پاک اور خالی ہو وہ اس درخت کے ساتھ مشابہ ہے جو ہر ایک عیب سے پاک ہو جسکی جڑھ زمین میں قائم اور شاخیں آسمان میں ہوں وہ اپنے رب کے اذن سے اپنے پھل کو ہمیشہ دیتا ہے (یعنی دنیا کی درختوں کی طرح نہیں کہ کبھی پھل دیا اور کبھی خالی ہیں بلکہ نیک کلمہ کا پھل ہر وقت مومن کو ملتا رہتا ہے) اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے ایسی مثالیں اس لئے بیان فرماتا ہے کہ تا وہ نصیحت پکڑیں۔ اور پھر اسکے بعد گویا مقابلہ کے طور پر بیان فرماتا ہے کہ نیک کلمۂ توحید کے برخلاف پلید کلمہ کفر کا ہے اسکی مثال بھی ایک درخت کی ہے جو زمین میں سے اکھڑا ہوا ہو یعنی فطرت انسانی اس کو قبول نہیں کرتی اور کسی طور سے وہ قرار نہیں پکڑتا چنانچہ دوسری جگہ دوزخ میں زقوم کے درخت کا ہونا بیان کرکے یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ اسی دنیا کے خبیث کلمات کی مجسم صورت ہے اور اس طرح سے بہشت اور دوزخ دونوں کی جڑھ اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے جیسا ان آیات مذکورہ بالا میں کلمات یعنی ایمان کو درختوں کے ساتھ مشابہت دی ہے ایسا ہی دوسری جگہ نیک کاموں کو چشموں اور نہروں سے مشابہت دی ہے جیساکہ فرمایا اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ كَاْسٍ كَانَ مِزَاجُهَا كَافُوْرًا عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا۔ یعنی نیک کام کرنیوالے ایک ایسے پیالے کو پی رہے ہیں جسکی ملونی کافور ہے یعنی جو انکے دل کے خیالات اور ارادات کو پاک کرتا ہے۔ وہ ایک چشمہ ہے جس سے خدا کے نیک بندے پیتے ہیں (مگر وہ چشمہ

ایسا ہے کہ خود نیک لوگ اپنے ہاتھوں سے اُسے چیرتے ہیں یعنی انہی کے اعمال صالحہ کا چشمہ ہے۔ یہ آیت اسی دنیا کی زندگی کے متعلق ہے جیسا کہ اسکے ساتھ کی ہی اگلی آیت سے ظاہر ہے جہاں فرماتا ہے یُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا یعنی وہی ابرار جو کافوری پیالہ پی رہے ہیں اور اپنے ہاتھوں سے چشمے چیر رہے ہیں وہ اپنی نذریں بھی پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی مصیبت سب طرف پھیلی ہوگی اور وہ محض اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے مسکین اور یتیم اور قیدی کو کھانا کھلاتے ہیں۔ پس گویا نیک لوگ اپنے اعمال صالحہ سے اسی دنیا میں اپنے لئے چشمے اور نہریں بہاتے ہیں اور یہی چشمے اور نہریں قیامت میں نمایاں رنگ میں ظاہر ہونگی۔ کافوری پیالہ اس واسطے کہا گیا ہے کہ کافور کا لفظ کفر سے مشتق ہے جسکے معنے دبانے اور ڈھانکنے کے ہیں اور مطلب اسکا یہ ہے کہ انکے تمام جذبات دب گئے ہیں اور دنیا کی محبت بالکل ٹھنڈی ہو گئی ہے اسلئے انکو خالص اعمال صالحہ کی توفیق ملتی ہے پس جب انکے جذبات اسی جگہ دب چکے ہونگے اور بالکل نیست و نابود ہو جائیں گے تو یہ کہنا کہ بہشت جذبات نفسانی کے پورا کرنیکے لئے ہے کس قدر حماقت ہے۔

ان تمام آیات سے بداہت ثابت ہے کہ بہشت جسکا وعدہ قرآن شریف دیتا ہے ایک ایسا باغ ہے جسکو انسان کے اپنے ہاتھوں نے تیار کیا ہے جہاں ایمان درختوں کی صورت پکڑتا ہے اور اعمال صالحہ نہریں ہو کر اسکو سرسبز اور شاداب رکھتی ہیں۔ اس بات پر قرآن شریف نے بار بار زور دیا ہے چنانچہ جہاں جہاں بہشت کا وعدہ دیا ہے قریباً ہر جگہ ہی اس طرز پر بیان کیا ہے کہ ایمان اور اعمال صالحہ والوں کو باغ دیے جائیں گے جنکے نیچے نہریں بہتی ہونگی گویا ایمان کو باغ سے مشابہت دیکر اس کے بالمقابل بیان کیا ہے اور اعمال صالحہ کو نہروں سے مشابہت دیکر انکے بالمقابل بیان کیا ہے جیسا کہ اس آیت منقولہ بالا میں بھی وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ *واضح رہے کہ اسجگہ ایک اعلیٰ درجہ کی فلاسفی کے رنگ میں بتلایا گیا ہے کہ جو رشتہ نہروں کا باغ کے ساتھ ہے وہی رشتہ

* اگرچہ اِس کل مضمون کی بنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لکچر جلسہ مذاہب مسودہ والا ہے مگر بعض جگہ خصوصیت سے عبارتیں نقل کی گئی ہیں۔ منہ

اعمال کا ایمان کے ساتھ ہے پس جیسا کہ کوئی باغ بغیر پانی کے سرسبز نہیں رہ سکتا ایسا ہی کوئی ایمان بغیر نیک کاموں کے زندہ ایمان نہیں کہلا سکتا۔ اگر ایمان ہو اور اعمال نہ ہوں تو وہ ایمان ہیچ ہے اور اگر اعمال ہوں اور ایمان نہ ہو تو وہ اعمال ریاکاری ہیں اسلامی بہشت کی یہی حقیقت ہے کہ وہ اس دنیا کے ایمان اور عمل کا ایک ظل ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں جو باہر سے آکر انسان کو ملے گی بلکہ انسان کا بہشت انسان کے اندر سے ہی نکلتا ہے اور ہر ایک کا بہشت اسی کا ایمان اور اسی کے اعمال صالحہ ہیں جن کی اسی دنیا میں لذت شروع ہو جاتی ہے اور پوشیدہ طور پر ایمان اور اعمال کے باغ نظر آتے ہیں اور نہریں بھی دکھائی دیتی ہیں لیکن عالم آخرت میں یہی باغ کھلے طور پر محسوس ہونگے خدا کی پاک تعلیم ہمیں یہی بتلاتی ہے۔ کہ سچا اور پاک اور مستحکم ایمان جو خدا اور اُسکے ارادوں کے متعلق ہو وہ بہشت خوشنما اور بارور درخت ہے اور اعمال صالحہ اس بہشت کی نہریں ہیں۔،،

جب یہ سمجھ لیا جائے کہ اسلام میں اس بہشت کی تعلیم دیگئی ہے جو ہمارے اپنے ہی ایمان اور اعمال صالحہ سے پیدا ہوتا ہے اور جسکا موجود ہونا اس دنیا میں بھی نظر آتا ہے بلکہ مومن اپنے آپ کو اسکے اندر پاتا ہے تو بہشت کی حقیقت کے متعلق جسقدر مشکلات اور اعتراضات ہیں وہ خود بخود ہی رفع ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ نعمائے بہشت کے نام سمجھانیکے لئے وہی رکھے گئے ہیں۔ جو دنیوی نعماء کے نام ہیں۔ مگر وہ دونوں ایک نہیں صرف ناموں کا اشتراک ہے اللہ تعالےٰ خود قرآن شریف میں فرماتا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ أَعْيُنٍ۔ یعنی جو جو نعمتیں ایک راستباز کے لئے چھپی ہوئی موجود ہیں ان کو کوئی بھی نہیں جانتا۔ پس اگر اُس بہشت کی نعمتیں اس دنیا کی نعمتیں ہی ہوتیں تو یہ بیان صحیح نہ ہوتا کیونکہ دنیا کی نعمتوں کو تو سب لوگ جانتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ وہ نعمتیں الگ رنگ کی ہیں اور ان کا قیاس کسی صورت میں ہم دنیا کی نعمتوں پر نہیں کر سکتے۔ اسی آیت کی تشریح ایک حدیث سے بھی ہوتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ بہشت اور اُسکی نعمتیں وہ چیزیں ہیں جو نہ کسی آنکھ نے دیکھیں اور نہ کسی کان نے سُنیں اور نہ دلوں میں کبھی گذریں حالانکہ اس دنیا کی نعمتوں کو ہم دیکھتے بھی ہیں سنتے بھی ہیں اور دلوں میں بھی وہ گذرتی ہیں۔ پس جب خدا اور اُسکا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہشت کی نعمتوں کو اس دنیا کی چیزوں سے نرالا بتاتے ہیں تو جو شخص ان کو اسی دنیا کی نعمتوں کے رنگ پر قیاس کرتا ہے۔ وہ غلطی کرتا ہے اور اسکا اعتراض فضول اور بیجا ہے۔

دوسرا امر جو قرآن کریم کی مذکورۂ بالا آیات سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے کہ مومنین کیلئے دو بہشتوں کا وعدہ ہے ایک بہشت اسی دنیا میں اور ایک بہشت آخرت میں! اور یہ دونوں بہشت ایک ہی حقیقت رکھتی ہیں فرق صرف یہ ہے کہ جو لذات اس دنیا میں راستبازوں کو روحانی طور پر حاصل ہوتی ہیں آخرت میں وہ کھلی کھلی اور نمایاں رنگ میں ظاہر ہونگی ہم یہ نہیں مانتے کہ جنت کی نعمار کوئی خیالی نعمار ہیں بلکہ وہ حقیقی واقعی نعمتیں ہیں ہاں ہم یہ مانتے ہیں کہ جیسا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے وہ اسی دنیا کی روحانی نعمتوں کی جسمانی صورتیں ہونگی یعنی جو کچھ ہمارے نیک اعمال کے نتائج مخفی طور پر اس دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں وہ کھلے کھلے اور نمایاں طور پر عالم آخرت میں ظاہر ہونگے یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ جب بہشتی بہشت کے پھلوں کو کھائینگے تو کہینگے کہ یہی پھل ہم نے پہلے بھی کھائے تھے یعنی روحانی طور پر ہم ان پھلوں کو پہلے بھی کھا چکے ہیں یعنی اعمال صالحہ کے جو پھل مخفی رنگ میں اس دنیا میں دیے گئے تھے وہی آخرت میں کھلے کھلے دیے جائینگے ایسا ہی بہشت اور دوزخ کے فلسفہ کو دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے جس سے اسی مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ۚ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا۔ (بنی اسرائیل) یعنی ہمنے اسی دنیا میں ہر ایک شخص کے اعمال کا اثر اسکی گردن سے باندھ رکھا ہے اور انہیں پوشیدہ اثروں کو ہم قیامت کے دن ظاہر کر دینگے اور ایک کھلے کھلے اعمالنامہ کی شکل پر دکھا دینگے یہاں قرآن کریم نے اس اصول کو بیان فرمایا ہے کہ جو کوئی عمل انسان کرتا ہے خواہ وہ نیک ہو یا بد اسکا ایک اثر انسان کی روحانی زندگی پر پیدا ہوتا ہے اور اس طرح ساتھ ساتھ ہر ایک انسان کا ایک اعمالنامہ تیار ہوتا رہتا ہے جو ان آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے اور یہی پوشیدہ اعمالنامہ جو اسکا بہشت یا دوزخ ہے دوسری دنیا میں کھلے طور پر ظاہر ہو جائیگا اسی اصول کو دوسری جگہ قرآن شریف ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ يَسْعٰى نُوْرُهُمْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ یعنی اسدن ایمانی نور جو پوشیدہ طور پر مومنوں کو یہاں بھی حاصل ہے کھلے طور پر انکے آگے اور انکے داہنے ہاتھ پر دوڑتا نظر آئیگا اور اسی دنیا میں نور کا مومنین کو ملنا قرآن شریف کے بہت سے مقامات سے ظاہر ہے جیسا کہ سورہ انعام کی آیت ۱۲۳ سے ظاہر ہے) فرماتا ہے کہ مومن کو ہم نے اس دنیا میں بھی ایک نور دیا ہے اور کافر ایک تاریکی میں چلتا ہے فرق ان دونوں نوروں کی اصلیت اور حقیقت میں نہیں بلکہ انکے اخفا و ظہور میں ہے یعنی اس دنیا میں مومن کا نور دوسروں کی آنکھوں سے مخفی ہوتا ہے، یعنی کھلا کھلا نظر نہیں آتا مگر آخرت میں یہ نور کھلا کھلا نظر آئیگا۔ جیسا کہ آیت منقولہ بالا کے بعد کی آیت سے ظاہر ہے کہ جب منافق مرد اور منافق عورتیں مومن مرد اور مومن عورتوں کے آگے اور ساتھ ساتھ نور دوڑتا ہوا دیکھیں گے تو وہ کہینگے کہ ہمیں بھی اس نور سے کچھ حصہ دو۔ تو انکو کہا جائیگا کہ پیچھے کو لوٹو اور نور

تلاش کرو (جسکا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے کہ یہ نور تو دنیا کی زندگی سے ساتھ آیا ہی پس تم بھی اپنی پچھلی زندگی کو دیکھو کہ کوئی نور اسمیں تم کو ملا تھا) پس منافق اپنے آپکو تاریکی میں پائینگے میری غرض یہ ہی کہ مومنوں کا نور قیامت کے دن ایسا بیّن ہوگا کہ منافق بھی دیکھ لیں گے اگرچہ اس دنیا میں انکی جسمانی آنکھیں اس نور کو نہیں دیکھ سکتیں۔ پھر سورہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اس آیت سے اسی مضمون کا اور بھی وضاحت سے ثبوت ملتا ہے مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِیْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ج وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ج وَاَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَلَهُمْ فِیْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ۔ یعنی وہ بہشت جو پرہیزگاروں کو دیا جاویگا۔ اسکی مثال یہ ہے جیسے ایک باغ ہے اس میں پانی کی نہریں ہیں جو کبھی متعفن نہیں ہوتا اور نیز اس میں دودھ کی نہریں ہیں جسکا کبھی مزہ نہیں بدلتا اور نیز اس میں شراب کی نہریں ہیں جو سراسر سرور بخش ہے جسکے ساتھ خمار نہیں اور نیز اسمیں اس شہد کی نہریں ہیں جو نہایت صاف ہی جسکے ساتھ کثافت نہیں ”اسجگہ صاف طور پر فرمادیا کہ اس بہشت کو مثالی طور پر یوں سمجھلو کہ ان تمام چیزوں کی اس میں ناپیدا کنار نہریں ہیں وہ زندگی کا پانی جو عارف دنیا میں روحانی طور پر پیتا ہے اس میں ظاہری طور پر موجود ہے اور وہ روحانی دودھ جس سے وہ شیر خوار بچہ کیطرح روحانی طور پر دنیا میں پرورش پاتا ہے بہشت میں ظاہر ظاہر دکھائی دیگا۔ اور وہ خدا کی محبت کی شراب جس سے وہ دنیا میں روحانی طور پر ہمیشہ مست رہتا تھا اب بہشت میں ظاہر ظاہر اسکی نہریں نظر آئیں گی۔ اور وہ حلاوت ایمانی کا شہد جو دنیا میں روحانی طور پر عارف کے منہ میں جاتا تھا۔ وہ بہشت میں محسوس اور نمایاں نہروں کی طرح دکھائی دیگا اور ہر ایک بہشتی اپنے باغوں اور اپنی نہروں کے ساتھ اپنی روحانی حالت کا اندازہ برہنہ کرکے دکھلا دیگا“

جنّت کے متعلق جو کچھ بیان کیا گیا ہے اس سے دوزخ کی حقیقت پر بھی روشنی پڑتی ہے کیونکہ جنّت اور نار زندگی کی دو ایسی حالتوں کے نقشے ہیں جو ایک دوسرے کے مقابل واقع ہوئے ہیں پس جیسا کہ بہشتی زندگی اسی دنیا سے ہی شروع ہوتی ہے دوزخی زندگی کی ابتدا بھی اسی جگہ سے ہوتی ہے جیسا کہ فرمایا نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ یعنی دوزخ وہ آگ ہی جسکا منبع خدا کا غضب ہے اور گناہ سے بھڑکتی ہے اور پہلے دل پر غالب ہوتی ہے یعنی اس دنیا میں وہ دوزخ ایک روحانی عذاب کی صورت میں ہے جسکا استیلا دل پر ہوتا ہے پھر یہی آگ جو اس زندگی کی روحانی آگ ہے بعد الموت ایک کھلے کھلے دوزخ کی صورت اختیار کریگی پھر جیسا کہ بہشت کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہر ایک انسان اپنا بہشت اپنے لئے تیار کرتا ہے یعنی اسی کے اعمال صالحہ کا وہ ثمرہ ہوتا ہی اسی طرح دوزخ کے متعلق بھی

فرماتا ہے کہ وہ اسی کے اعمال سیئہ اور دنیا کی محبت اور خدا سے غفلت کا ثمرہ ہے جیسا کہ ایک جگہ فرماتا ہے اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُۙ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَؕ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَۙ ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَؕ كَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِؕ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَۙ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِۙ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ۔ یعنی دنیا کی کثرت حرص وہوا نے تمہیں خدا سے غافل کر رکھا ہے یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پڑتے ہو تم عنقریب جان لوگے۔ پھر تم عنقریب جان لوگے (کہ یہ تمہارا دنیا میں انہماک اور خدا سے غفلت ہی تمہارا دوزخ ہے) اگر تمہیں یقینی علم حاصل ہوتا تو تم اس دوزخ کو (اسی دنیا میں) دیکھ لیتے پھر وہ وقت تو آئیگا ہی جب تم (مرنیکے بعد) عین الیقین سے اسے دیکھ لوگے۔ پھر اسکے بعد قیامت کا عظیم الشان دن ہوگا جس دن تم سے نعمتوں کا مواخذہ کیا جائیگا۔" اس سورت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی حرص وہوا ہی وہ شے ہے جس سے اسکے لئے دوزخ تیار کیا جاتا ہے مگر خدا کی طرف سے غافل ہونیکی وجہ سے انسان اس دوزخ کو دیکھ نہیں سکتا جب تک کہ موت اسپر وارد ہو کر اسکو کھلے طور پر نہیں دکھا دیتی پس اس عالم کا دوزخ اسی دنیا میں پوشیدہ پوشیدہ تیار ہوتا رہتا ہے مگر جب تک انسان کو عین الیقین حاصل نہ ہو وہ دوزخ اس دنیا میں اسے نظر نہیں آتا۔ ایک اور مقام پر قرآن شریف اس عذاب کے آغاز کو یوں بیان فرماتا ہے۔ وَحِيْلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُوْنَ یعنی ان میں اور انکی خواہشات میں ایک روک ڈالدی جاویگی۔ (جس سے انکے دل میں ایک جلن پیدا ہوگی)

جیسا کہ بہشت کے متعلق یہ دکھایا گیا ہے کہ اسکی لذات اس دنیا کی روحانی لذات کی جسمانی صورتیں ہیں ایسا ہی دوزخ کے آلام جو بیان فرمائے گئے ہیں وہ اس دنیا کی ناپاکیوں اور ناراستیوں کے روحانی ثمرات ہیں جو وہاں جسمانی رنگ میں ظاہر ہونگے چنانچہ ایک جگہ کفار کے عذاب کے متعلق خدا تعالیٰ فرماتا ہے خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ یعنی اس جہنمی کو پکڑو اس کی گردن میں طوق ڈالو پھر دوزخ میں اسکو جلاؤ پھر ایسی زنجیر میں جو پیمائش میں ستر گز ہے اسکو داخل کرو۔ ان آیات میں یہ ظاہر فرمایا ہے کہ دنیا کا روحانی عذاب عالم معاد میں جسمانی طور پر نمودار ہوگا۔ چنانچہ طوق گردن دنیا کی خواہشوں کا جسنے انسان کے سر کو زمین کی طرف جھکا رکھا تھا وہ عالم ثانی میں ظاہری صورت میں نظر آجائیگا اور ایسا ہی دنیا کی گرفتاریوں کی زنجیر پاؤں میں پڑی ہوئی دکھائی دیگی اور دنیا کی خواہشوں کی سوزشوں کی آگ ظاہر ظاہر بھڑکی ہوئی نظر آئیگی۔ فاسق انسان دنیا کی زندگی میں ہوا و ہوس کا ایک جہنم اپنے اندر رکھتا ہے اور ناکامیوں میں اس جہنم کی سوزشوں کا احساس کرتا ہے پس جبکہ اپنی فانی شہوات سے

ڈالا جائیگا اور ہمیشہ کی نا امیدی طاری ہوگی۔ تو خدا تعالیٰ ان حسرتوں کو جسمانی آگ کے طور پر اس پر ظاہر کردیگا۔ اور پھر جو فرمایا کہ ستر گز کی زنجیر میں اسکو داخل کرو یہ اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک فاسق بسا اوقات ستر برس کی عمر پالیتا ہے لیکن وہ بدبخت اپنی عمدہ زندگی کے ستر برس دنیا کی گرفتاریوں میں گذارتا ہے۔ اور اس زنجیر سے آزاد ہونا نہیں چاہتا۔ خدا تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ وہی ستر برس جو اُسنے گرفتاریٔ دنیا میں گذارے ہیں عالم معاد میں ایک زنجیر کیطرح متمثل ہو جائینگے جو ستر گز کی ہوگی ہر ایک گز بجائے ایک سال کے ہے۔ اس جگہ یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ اپنی طرف سے بندہ پر کوئی مصیبت نہیں ڈالتا بلکہ وہ انسان کے اپنے بُرے کام اسکے آگے رکھدیتا ہے پھر اسی سُنت کے اظہار میں خدا تعالیٰ ایک اور جگہ فرماتا ہے اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ یعنی اے بدکارو گمراہو گوشہ سایہ کی طرف چلو جسکی تین شاخیں ہیں جو سایہ کا کام نہیں دیسکتیں اور نہ گرمی سے بچا سکتی ہیں اس آیت میں تین شاخوں سے مراد قوت سبعی اور بہیمی اور وہمی ہے جو لوگ ان تینوں قوتوں کو اخلاقی رنگ میں نہیں لاتے اور انکی تعدیل نہیں کرتے انکی یہ قوتیں قیامت میں اس طرح پر نمودار کی جاوینگی کہ گویا تین شاخیں بغیر پتوں کے کھڑی ہیں اور گرمی سے بچا نہیں سکتیں اور وہ گرمی سے جلیں گے۔“

یہ امر نہایت ضروری اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ بہشت اور دوزخ قرآن شریف کے رو سے محض راحت اور دکھ کیلئے دو جگہیں نہیں جنکی غرض کوئی نہ ہو۔ بلکہ بہشت انسان کی غیر متناہی ترقیات کیجگہ ہے۔ اور دوزخ اسکی روحانی بیماریوں کے علاج کی جگہ۔ اس میں شک نہیں کہ انسان ہمیشہ انسان ہی رہیگا اور وہ انسانیت کے دائرہ سے نکلکر حقیقی طور پر فرشتہ یا خدا نہیں بن سکتا مگر اسی اپنے دائرہ کے اندر جو ترقیات وہ کرسکتا ہے وہ غیر محدود ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ بہشتیوں کے متعلق فرماتا ہے۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَبِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ (التحریم) یعنی جو لوگ دنیا میں ایمان کا نور رکھتے ہیں انکا نور قیامت کو انکے آگے اور انکی دہنی طرف دوڑتا ہوگا۔ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہیں گے کہ اے خدا ہمارے نور کو کمال تک پہنچا۔ اور اپنی مغفرت کے اندر ہمیں لیلے تو ہر چیز پر قادر ہے اس آیت میں یہ جو فرمایا کہ وہ ہمیشہ یہی کہتے رہینگے کہ ہمارے نور کو کمال تک پہنچا یہ ترقیات غیر متناہیہ کیطرف اشارہ ہے یعنی ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہوگا پھر دوسرا کمال نظر آئیگا۔ اُسکو دیکھکر پہلے کمال کو ناقص پائینگے۔ پس کمال ثانی کے حصول کیلئے التجا کرینگے۔ اور جب وہ حاصل ہوگا تو ایک تیسرا مرتبہ کمال کا ان پر ظاہر ہوگا پھر اسکو دیکھکر پہلے کمالات کو ہیچ سمجھینگے اور اسکی خواہش کرینگے۔ یہی ترقیات کی خواہش ہے جو اتمم کے لفظ سے سمجھی جاتی ہے

غرض اسیطرح غیر متناہی سلسلہ ترقیات کا چلا جائیگا - تنزّل کبھی نہیں ہوگا - اور نہ کبھی بہشت سے نکالے جائینگے - بلکہ ہر روز آگے بڑھیں گے اور پیچھے نہ ہٹیں گے" دوسرے کسی مذہب نے بہشت کی اس حقیقت کو نہیں سمجھا اور اسے غیر متناہی ترقیات انسانی اور حصول کمالات کی جگہ قرار نہیں دیا بلکہ آریہ سماج کے عقیدے کی رو سے تو بجائے ترقیات کے بہشت تنزل کیجگہ ہے کیونکہ انکے عقیدہ کے مطابق جو شخص ہزارہا سال ترقیات کرتا کرتا آخر بہشت تک پہنچیگا وہ چند روز بہشت میں رہ کر پھر واپس اسی دنیا کی طرف بھیجا جائیگا اور از سر نو جونیں بھگتیگا - پس انکے نزدیک بہشت ترقی کی جگہ نہیں بلکہ تنزّل کی جگہ ہے ایسا ہی عیسائیوں کی کتب مقدسہ کو تلاش کرنیسے کہیں اس فلسفہ کا پتہ نہیں ملتا کہ جنت غیر متناہی ترقیات کی جگہ ہے بلکہ جو کچھ انکی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے وہ صرف اسی قدر ہے کہ بہشت ایک ایسی جگہ سے مشابہ ہے جہاں کھانے پینے کو عمدہ عمدہ چیزیں ملیں اور زندگی بیکاری میں گذرے مگر قرآن شریف نہ صرف آریہ سماج کے عقیدے کو ہی رد کرتا ہے اور یہ فرماتا ہے کہ ماھم منھا بمخرجین - یعنی بہشتی کبھی بھی بہشت سے نکالے نہیں جائیں گے (الحجر) اور عطاء غیر مجذوذ (ہود) یعنی جنت خدا کیطرف سے ایسا عطیہ ہے جو کبھی واپس نہیں لیا جائیگا - بلکہ عیسائی مذہب کی تعلیم کے نقص کو بھی ظاہر فرماتا ہے اور یہ پُر حکمت فلسفہ بیان کرتا ہے جو دنیا کی کسی کتاب نے بیان نہیں کیا کہ بہشت غیر متناہی ترقیات کی جگہ ہے اور یہ بات آسانی سے سمجھ میں بھی آسکتی ہے کہ انسان کی روح کو باقی رکھنا عبث ہوتا اگر اسکے لئے غیر متناہی سلسلہ ترقیات کا نہ ہوتا - اس میں شک نہیں کہ بہشت میں پہنچنا بھی ایک کمال کو چاہتا ہے مگر ہم یہ نہیں مان سکتے کہ خدا تعالیٰ کی خدائی میں کمال کی وہی انتہا ہے بلکہ ایک کمال سے بڑھکر دوسرا کمال حاصل ہوتا رہیگا اور یہ ایسا سلسلہ ہوگا جو کبھی ختم نہیں ہوگا -

دوزخ بھی ایک رنگ میں انسانی ترقی کا ممد ہے کیونکہ جو لوگ طرح طرح کی بدکاریوں اور خطرناک سیاہ کاریوں اور غفلتوں میں مبتلا ہوکر اپنی روحانی صحت کو بگاڑ چکے ہیں جب تک انکی بیماریوں کا علاج نہ ہووے تب تک وہ اس قابل نہیں ہوسکتے کہ کمالات انسانی کے حصول کیلئے ترقیات کرسکیں ان کیلئے دوزخ کا عذاب بطور ایک علاج کے بھی ہوگا جو انکے تمام گندوں کو جلا کر انکو صاف کریگا - اور اس قابل بنا دیگا کہ وہ بھی انسانی ترقی کے زینہ پر قدم رکھیں اسی لئے دوزخی تدریجاً دوزخ سے نکالے جاوینگے یعنی جسقدر کم یا زیادہ کسی کی بدعملیاں ہیں اور جسقدر کم یا زیادہ علاج اسکے لئے ضروری ہے اسی قدر دوزخ میں رہ کر وہ باہر نکالا جائیگا - اس میں شک نہیں کہ قرآن شریف نے

دوزخ میں رہنے کو بھی ایک ایسے زمانہ سے تعبیر کیا ہے جسکا نام ابد رکھا ہے جسکے معنے لاانتہا زمانہ ہیں مگر جیسا کہ ہم
خود بھی لاانتہا زمانہ ایک بڑے طویل زمانہ کو کہہ دیتے ہیں ایسا ہی خود لفظ ابد کے معنے عربی میں دہر طویل بھی آئے
ہیں یعنی ایک لمبا زمانہ چنانچہ اسی لئے اس قسم کے محاورات عربی زبان میں پائے جاتے ہیں کان ھٰذا فی آباد الدھر
جسکے یہ معنے ہیں کہ اسپر بہت لمبا زمانہ گذر گیا ہے اور اسی لئے واقعی لاانتہا زمانہ کیلئے ابد الابد اور ابد الآباد کے محاورات
کا اطلاق ہوتا ہے کیونکہ ابد کے معنوں میں انتہا کا نہ ہونا لازمی نہیں ہے۔ علاوہ اسکے خود قرآن شریف سے ہمیں یہ شہادت
ملتی ہے کہ ہمیں بہشتیوں کا ابد اور دوزخیوں کا ابد ایک برابر نہیں رکھے گئے بلکہ سورہ ہود میں بہشت اور دوزخ کے ابد کو
بالمقابل بیان کرکے اس فرق کو کھلے کھلے طور پر ظاہر فرمادیا ہے وہ آیات یہ ہیں فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيهَا
زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ۙ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِمَا
يُرِيدُ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۖ
عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ۝ (ہود ۱۰۹-۱۱۰) جو بدبخت ہیں وہ دوزخ میں ہونگے وہاں انکے لئے چلانا اور
دہاڑنا ہوگا رہ پڑے وہاں جبتک زمین و آسمان ہیں مگر اگر تمہارا پروردگار چاہے (تو انکو نجات بھی دیدے) بیشک
تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے۔ اور جو لوگ نیک بخت ہیں وہ بہشت میں ہونگے رہ پڑے اسمیں
جبتک زمین و آسمان ہیں مگر اگر تمہارا پروردگار چاہے (مگر وہ کسی کو وہاں سے نکالیگا نہیں کیونکہ) بہشت
خدا کا ایسا عطیہ ہے جسکا کبھی خاتمہ ہی نہیں ہوگا" اب اسجگہ غور طلب یہ بات ہے کہ پہلے تو یہ کہا کہ دوزخی
دوزخ میں ہمیشہ رہینگے مگر ساتھ ہی استثنا لگا دیا کہ تمہارا پروردگار چاہیگا تو انکو نکال بھی دیگا کیونکہ تمہارا
پروردگار جو چاہتا ہے کر گذرتا ہے اب اس ترکیب سے صاف ظاہر ہے کہ دوزخیوں کو خدا کسی وقت دوزخ سے باہر نکالدیگا
پھر اسکے مقابل پر جو کچھ جنت کیلئے بیان کیا ہے وہ بھی انہی معنوں کی تائید کرتا ہے کیونکہ وہاں استثنا کے بیان کرنے
کے بعد معًا یہ فرمایا کہ کسی کے دل میں یہ خیال نہ گذرے کہ جنت سے بھی کبھی جنتیوں کو نکالدیا جاویگا کیونکہ جنت
خدا تعالیٰ کیطرف سے ایک ایسی عطا ہے جو کبھی کاٹی نہیں جاویگی۔ اس تقابل سے صاف ظاہر ہے کہ جنت
کی ابد اور نار کی ابد کو خدا تعالیٰ نے برابر نہیں رکھا۔ دوسری آیت میں الا ما شاء ربك کے یہ معنے بھی کئے گئے ہیں "مگر
جسکو خدا تعالیٰ چاہے سزا دیکر بدیر جنت میں داخل کرے" اس سے بھی انہیں معنوں کی تائید ہوتی ہے۔
صحیح مسلم کی ایک حدیث میں بھی آیا ہے کہ یاتی علی جہنم زمان لیس فیہا احد ونسیم الصبا تحرک
ابوابہا یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئیگا جب اس میں کوئی باقی نہ ہوگا اور خدا کی رحمت کی ہوا اسکے
دروازوں کو کھٹکھٹاتی ہوگی اسوقت قرآن شریف اور احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ دوزخ جو انسان
کے اپنے ہی بد اعمال کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ نے اسے انسان کے تمام گندوں اور آلودگیوں کے دور کرنیکا

ذریعہ بنا دیا ہی اور جب وہ پاک ہو جاتا ہے تو پھر وہ ایک بہشت کو پالیتا ہی جسمیں اسکے لئے ترقیات کی راہ کھلی ہی -
یہ ہے بہشت اور دوزخ کا فلسفہ جو قرآن شریف نے بیان فرمایا ہی اور مَیں نہیں سمجھتا کہ کوئی سمجھدار آدمی
معقولیت سے اس عجیب فلسفہ پر اعتراض کرسکتا ہے بلکہ یہ بات تو اسلام کے منجانب اللہ ہونے پر ایک قطعی اور
یقینی شہادت ہی کیونکہ یہ پُر حکمت فلسفہ صرف قرآن کریم میں ہی پایا جاتا ہے اور دنیا کی کسی اور کتاب یا دنیا کے
کسی اور مذہب نے یہ فلسفہ بیان نہیں کیا اسلام ہی ہی جو یہ تعلیم دیتا ہے کہ ہر ایک شخص کیلئے جنت اور دوزخ اسکے
اپنے اعمال سے تیار ہوتے ہیں اور بہشتی یا دوزخی زندگی اسی دنیا سے شروع ہوتی ہے اور اسی دنیا کے نیک
و بد اعمال کے روحانی اثر عالم آخرت میں ایک جسمانی شکل اختیار کرلیں گے ! اور جنت اور دوزخ انسان
کی غیر متناہی ترقیات کیلئے اور اسکو تمام گندوں سے صاف کرنیکے لئے دو جگہیں ہیں یہ تمام پُر حکمت باتیں نصریح سے
قرآن شریف میں بیان کی گئی ہیں جیسا کہ ہمنے آیات کے حوالہ سے اوپر ثابت کیا ہے مگر ان میں سے ایک بات بھی
کسی دوسری مذہبی کتاب نے بیان نہیں کی خواہ وہ کتاب قرآن کریم سے پہلی کی ہو یا پیچھے کی ہمیں کسی مذہب سے
تعصب نہیں ہاں ہم پاک سے پاک . سادہ سے سادہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیم چاہتے ہیں اور چونکہ ایسی
پاک اور پُر حکمت تعلیم ہمیں قرآن کریم کے سوا اور کہیں نہیں ملتی اسلئے ہم اس کتاب پاک کو اللہ تعالیٰ کا سچا
اور صحیح اور بلا آمیزش کلام سمجھتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسری کتاب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ میں خدا کا سچا اور
صحیح اور بلا آمیزش کلام ہوں پس جب ہم ایک طرف دعویٰ بھی پاتے ہیں اور اس دعوے کے دلائل
بھی کھلے کھلے نظر آتے ہیں اور قرآن شریف کے سوا دنیا کی کسی دوسری کتاب میں نہ یہ دعویٰ ہی پاتے ہیں
اور نہ ہی ایسی کوئی دلیل تو کیونکر ہم دوسری کتابونکو اسکے برابر سمجھ لیں - قرآن شریف کی اصولی تعلیمون
میں سے جسقدر اعتراض بہشت اور دوزخ پر مخالفین نے کئے ہیں ویسے اور کسی اصولی تعلیم پر نہیں کئے -
مگر ایمانداری اور انصاف یہ ہی کہ کسی اور کتاب مین جو آسمانی یا الہامی ہونیکا دعویٰ رکھتی ہو ایسی پاک ایسی
قریب الفہم اور ایسی پُر حکمت تعلیم نکالکر دکھائی جاوے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جس طرح اس مضمون میں
قرآن شریف کی آیات کے حوالوں سے تمام باتیں ثابت کی گئی ہیں اسی طرح مخالفین بھی اپنی اپنی کتب مقدسہ سے
یہ باتیں نکال کر دکھاویں اور ان فقروں کو نقل کریں جن میں بہشت اور دوزخ کے متعلق یہ اعلیٰ تعلیم
یا اگر ممکن ہی تو کوئی اس سے بھی اعلیٰ تعلیم ہو ورنہ خود مُنہ سے چند باتیں کہدینا کچھ وقعت نہیں رکھتا بلکہ
اس صورتمیں یہی سمجھا جاویگا کہ اسلام کی تعلیم کو چُرا کر ہی مخالفین نے فائدہ اُٹھانا چاہا ہے الزام دیدینا
تو آسان ہی جیسا کہ پادری سیل صاحب نے اہل اسلام پر یہ الزام دیا ہی کہ اصل تعلیم قرآن شریف کی رو سے
جو بہشت اور دوزخ کی حقیقت ہی اسکو چھوڑ کر اب اہل اسلام مغربی تعلیم اور عیسائی مذہب کے اثر سے الفاظ

کی تاویلیں کرنے لگے ہیں مگر بات تو تب ہے کہ دعویٰ کے ساتھ کچھ ثبوت بھی دیا جاوے ہم نے تو قرآن شریف کی آیات کو پیش کر کے بہشت اور دوزخ کی اصل حقیقت کو بیان کیا ہے اب پادری صاحب بھی بائبل کی آیات کو پیش کر کے دکھادیں کہ عیسائی مذہب کی تعلیم بہشت اور دوزخ کے متعلق کیا ہے اور کونسا فلسفہ بائبل نے بیان کیا ہے بلکہ چاروں اناجیل میں سے حضرت مسیح کے اپنے الفاظ نقل کریں کہ انہوں نے بہشت اور دوزخ کے متعلق کون کونسی پُر حکمت باتیں بیان کی ہیں اگر پادری صاحب یہ طریق اختیار کریں تو میں سمجھونگا کہ انکا حملہ اسلام پر نیک نیتی سے تھا کیونکہ انکو انجیل میں ایک اعلیٰ درجہ کی پُر حکمت تعلیم بہشت اور دوزخ کی دیگئی تھی اور انکو اپنی ناواقفیت سے یا کم فہمی سے یہ تعلیم قرآن شریف میں نہ ملی اسواسطے انہوں نے اعتراض کر دیا۔ مگر مَیں ناظرین کو یقین دلاتا ہوں کہ نہ توریت اور نہ انجیل سے اور نہ ہی دنیا کی اور کسی کتاب سے ایک لفظ بھی ایسا نکالکر دکھایا جاسکتا ہے جو قرآن شریف سے اعلیٰ تو ایک طرف رہا اسکے برابر پُر حکمت فلسفہ بہشت اور دوزخ کا بھی بیان کرتا ہو۔

مگر پادری صاحبان کو چونکہ غرض حق طلبی سے نہیں بلکہ انہیں کچھ نہ کچھ بہانہ اعتراض کیلئے درکار ہے اسلئے جب وہ ایسی اعلیٰ درجہ کی پُر حکمت تعلیم بہشت اور دوزخ کے متعلق اپنی کتب سے نکالکر نہیں دکھا سکتے تو پھر یہ اعتراض کر دیتے ہیں کہ اس میں حوروں کا ذکر ہے جنکی متعلق بیان کیا گیا ہے کہ وہ اعلیٰ درجہ کی خوبصورت ہونگی گویا کہ عیسائیوں کو دنیا کی تمام قوموں سے بڑھکر خوبصورت عورتوں سے نفرت ہے اور وہ گوارا ہی نہیں کر سکتے کہ ایک کمال کو پہنچی ہوئی انسانی سوسائٹی میں خوبصورت عورتیں بھی ہوں۔ اعتراض اور اسکے جواب کو الگ چھوڑ کر میں پوچھتا ہوں کہ اس منافقت کا کیا معنی کہ بہشت میں خوبصورت عورتوں کے موجود ہونے پر اعتراض اور اسوجہ سے اس مطہر مقام کو شہوانی قرار دینا مگر آپ دنرات اسبات کے خواہاں ہیں کہ اعلیٰ درجہ کی خوبصورت عورتوں میں جو نہایت فاخرہ لباس پہنے ہوئے اور ہر طرح سے زینت کئے ہوئے ہوں جسقدر وقت گذر جائے غنیمت ہے کیا یہ سچ نہیں کہ بڑے سے بڑا پادری جسکو راستباز ہونیکا دعویٰ ہے اور جو . . . روح القدس کے سوا کوئی کام ہی نہیں کرتا جب بال (ناچ کی مجلس) میں شریک ہوتا ہے تو اپنی عورت کو چھوڑ کر کے دوسرے کی خوبصورت نوجوان عورت پر ہاتھ ڈالتا ہے کہ اسکے ساتھ رقص کرنے سے حظ اُٹھائے کیا یہ پادری صاحباں کے نزدیک شہوانی جذبات اور نفسانی خواہشات کا محرک نہیں؟ اب میں اصل اعتراض کی طرف آتا ہوں بیشک قرآن شریف جہاں بہشت کی دوسرے نعماء کا ذکر کرتا ہے۔ وہاں حوروں یعنی خوبصورت عورتوں کے ہونیکا ذکر بھی کرتا ہے مگر مَیں قرآن شریف سے ہی یہ بھی ثابت کر چکا ہوں کہ بہشت کی کسی نعمت کو اس دنیا کی چیز سمجھ لینا سخت غلطی ہے بہشت کی تمام نعماء خواہ وہ حور اور قصور ہیں اور خواہ نہریں اور ثمرات۔ انسان کے اپنے اعمال صالحہ کا نیک ثمرہ ہیں مگر یہ کہ . . .

انکی اصل حقیقت تو کیا ہوگی وہیں جاکر معلوم ہوگا ہاں قرآن شریف کی رُو سے ہم اس دنیا کی چیزوں پر انکو قیاس نہیں کرسکتے علاوہ ازیں خود مومنہ عورتیں بھی تمام نقصوں سے بری ہوکر جنت میں موجود ہونگی جیسا کہ خدا تعالے فرماتا ہے هم وازواجهم فی ظلال علی الارائک متکئون - لهم فیها فاکهة ولهم ما یدعون (یٰس) - الغرض جنت کے متعلق جو کچھ قرآن شریف نے بیان فرمایا ہے وہ ایک اعلیٰ درجہ کی خوشحال سوسائٹی کے حال کے منافی نہیں - اور جب اس بات کو مدنظر رکھا جاوے کہ نعیم جنت میں اس دنیا کی کوئی چیز نہیں تو کوئی اعتراض پیدا ہو ہی نہیں سکتا - اور پھر اسلامی عقیدے کی رُو سے جنت کی سب نعمتوں میں بڑی نعمت جس سے مومن کو سب سے اعلیٰ درجہ کی رحمت نصیب ہوگی دیدار الٰہی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دعوٰهم فیها سبحٰنک اللّٰهم وتحیتهم فیها سلٰم - وآخر دعوٰهم ان الحمد للّٰه رب العٰلمین (یونس) یعنی انکی پکار بہشت میں یہی ہوگی کہ اے ہمارے محبوب و معبود و مقصود تیری ذات پاک ہے - اور انکی دعائے خیر باہمی سلام ہوگی - اور آخری پکار انکی یہ ہوگی کہ سب تعریف خدا کو ہی سزاوار ہے جو سب جہانوں کا پروردگار ہے -

اس سے ظاہر ہے کہ بہشت میں مومنین کے تمام افعال و اقوال ایسے ہونگے جنسے تسبیح اور حمد الٰہی ہو - اور یہی اُن کی ترقی مدارج کا ذریعہ ہوگا - اب جنت کی نعماء اور اس دنیا کی نعمتوں میں علاوہ اس فرق کے جو اوپر ظاہر کیا گیا ایک دوسرا فرق ظاہر ہے کہ اس دنیا کی نعمتیں بسا اوقات انسان کی روحانی ترقی میں سدراہ ہو جاتی ہیں مگر جنت کی نعمتیں ایسی نہ ہونگی - یہاں اکثر ایسا دیکھا جاتا ہے کہ دوست بی بی اور بچوں کی محبت نے خدا کی محبت کی آگ کو سرد کر دیا ہوا ہے مگر وہاں کی نعمتیں خدا کی محبت اور اسکے پاک تعلق کو ہر وقت بڑھانیوالی ہونگی - اور یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کیونکہ اسکی نظیر ہم اس دنیا میں بھی راستبازوں کی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ وہ بھی اس دنیا کی نعمتوں سے متمتع ہوتے ہیں - مگر یہ چیزیں ان کے قدم کو خدا کی راہ میں سست نہیں کرسکتیں - یہ محض سمجھانے کیلئے میں نے لکھا ہے ورنہ جنت کی نعمتوں کا قیاس اسپر نہیں کرسکتے بلکہ انہیں کوئی اور ہی ایسا کامل رنگ ظہور پذیر ہوگا کہ وہ سب لذات موجب ترقی ہونگی - اور جیسا کہ خدا تعالیٰ سے تعلق جنت میں انسان کی خوشی کا بڑا سرچشمہ ہوگا - ایسا ہی باہمی تعلقات بھی جنتیوں کے وہ اعلیٰ درجہ کے تعلقات بھی ہونگے جو ہر قسم کے گند سے پاک ہونگے ان تعلقات کو سلام سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی ہر قسم کے کھوٹ اور آلائش اور نفسانیت اور ہر ایک عیب سے پاک تعلقات - پھر نعماء بہشت کے متعلق فرمایا لا یسمعون فیها لغوا ولا تاثیما الا قیلا سلٰما سلٰما (واقعه) یعنی وہ نہ کوئی لغویات سنیں گے اور نہ کوئی گناہ کی بات صرف ایک ہی آواز سلام سلام کی ہر طرف سے آرہی ہوگی

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک ہی دلیل تمام اعتراضات کو دُور کرنیکے لئے کافی ہے کہ بہشت کی تمام نعمتوں کی اصل غرض یہی ہے۔ کہ انکا قرب اللہ تعالیٰ سے بڑھے جنّت کی سب سے بڑی نعمت رضائے الٰہی کا حاصل کرنا بیان کیگئی ہے وعد اللہ المؤمنین والمؤمنٰت جنّٰت تجری من تحتها الانھٰر خٰلدین فیھا ومسٰکن طیبة فی جنّٰت عدن ط ورضوان من اللہ اکبر ذٰلک ھو الفوز العظیم (توبہ) ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے بہشت کے باغوں کا وعدہ کیا ہے جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہونگی وہ انہیں ہمیشہ رہیں گے اور پاک اور سُتھرے مکانوں کا وعدہ کیا ہے جو دائمی جنّت میں ہونگے اور ان سب نعمتوں سے بڑھکر خدا کی خوشنودی ہوگی یہی اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہے پس جس صورت میں اصل مقصد اور غرض و غایت تمام نعمائے جنّت کی رضائے الٰہی کا حاصل کرنا ہے تو باقی تمام نعماء اور لذّات اسی مقصد تک پہنچانیوالی ہوئیں۔ ان سب باتوں کے ساتھ پھر قرآن شریف یہ بھی فرماتا ہے۔ فلا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرة اعین (سجدہ) یعنی جنّت کی نعمتوں کو کوئی جانتا بھی نہیں پس ایک طرف ہم ان نعمتوں کا قیاس اس دنیا کی نعمتوں پر نہیں کرسکتے دوسری طرف ان نعمتوں کی غرض حصول رضائے الٰہی بتائی جاتی ہے۔ تو پھر اعتراض ہو ہی کیونکر سکتا ہے۔ کیونکہ بناء اعتراض سوائے اسکے کچھ نہیں کہ جس صورت میں جنّت کی نعمتوں کے نام اس دنیا کی نعمتوں کے ہیں تو ضرور ہے کہ ان لذّات کا حصول بھی اسی قسم کا ہو جیسا اس دنیا میں ہوتا ہے اور پھر انکے نتائج بھی وہی ہوں اور جس طرح یہاں اکثر نفوس میں دنیا کی نعمتیں خدا سے ایک غفلت پیدا کرتی ہیں وہاں بھی کریں مگر قرآن شریف فرماتا ہے کہ نام کے اشتراک کے سوا اور جنّت کی نعمتوں کا کوئی تعلق اس دنیا کی نعمتوں سے نہیں نہ وہ یہاں کی چیزیں ہیں نہ ان سے وہ کثافت اور نتائج ہی پیدا ہوتے ہیں بلکہ برعکس اسکے محبت اور معرفت الٰہی میں ترقی ہوتی ہے۔ اور وہ تمام حصول رضائے الٰہی کا ذریعہ ہیں۔

جیسا کہ بہشت میں حور و قصور کے ہونے پر اعتراض کیا جاتا ہے ایسا ہی دوزخ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ اسمیں سخت دردناک عذاب کا ہونا بیان کیا گیا ہے سب سے زیادہ تعجب اس اعتراض کرنیوالوں پر ہے جنکی انجیل میں ایک یا دو دفعہ نہیں بلکہ سات دفعہ دوزخ کی متعلق یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس خطرناک آگ میں ہمیشہ کا رونا اور دانتوں کا پیسنا ہوگا دیکھو متی ۸/۱۲ و ۱۳/۴۲ و ۱۳/۵۰ و ۲۲/۱۳ و ۲۴/۵۱ و ۲۵/۳۰ و لوقا ۱۳/۲۸۔ قرآن کریم کی رو سے جیسا کہ میں ... بیان کرچکا ہوں آدمی کی اپنی ہی بدکرداریاں اسکا دوزخ ہو جاتی ہیں پس جیسی کسی کی بدکاریاں خطرناک ہونگی ایسا ہی اسکا دوزخ بھی خطرناک ہوگا۔ تمام گنہگاروں کو ایک سا ہی عذاب دوزخ کا نہ ہوگا ہر ایک کو اپنے کئے کے مطابق سزا ملیگی کم درجہ کے گنہگار کو کم اور خطرناک بدکار کو دردناک عذاب دیا جائیگا۔ قرآن شریف فرماتا ہے من جاء بالحسنة فلہ عشر امثالھا ج ومن جاء بالسیئة فلا یجزی الا مثلھا

وھم لا یظلمون - (۱۱ الانعام) یعنی نیکی والے کو تو اللہ تعالیٰ اپنے رحم اور فضل سے دس گناہ نیک اجر دیگا لیکن جو شخص بدی کرتا ہے اسکی سزا اسی بدی کے مثل ہوگی اور ذرہ بھی ظلم انپر نہیں کیا جاویگا - یعنی جزا و سزا مطابق اعمال کے ہوگی اس میں کمی بیشی نہ ہوگی - پس اگر دوزخ میں دردناک عذاب کا ہونا بیان کیا گیا ہے تو کیا دنیا میں خطرناک سیاہ کاریاں کرنیوالے مجرم نہین جنکی جرمونکو سنکر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں پھر کیون انکی خطرناک سیاہ کاریاں انکے لئے نہایت دردناک عذاب پیدا نہ کریں گی - دور جانیکی ضرورت نہیں مفصلہ ذیل کہانی کلیسیا کے اعلیٰ درجہ کے عہدارونکی پڑھکر پادری صاحب بتا دیں کہ کیا قرآن شریف میں دوزخ کا عذاب اس سے زیادہ دردناک بیان کیا گیا ہے جو اس قسم کے خبیث اور شیطانی افعال کیلئے ہونا چاہیئے - یہ قصہ اس "مقدس مذہبی عدالت" کے متعلق ہے جو ہسپانیہ سے مسلمانونکو خارج کرنیکے بعد وہان قائم ہوئی - اس غیر محدود اختیارات والی عدالت کے تین افسر تھے اور انہیں کی شرمناک اور وحشیوں سے بھی بدتر کارروائیونکی ایک جھلک اس میں نظر آتی ہے - یہ قصہ عیسائیونکی اپنی کتابوں سے لیا گیا ہے اسکے بیان کرنیوالی ایک نوجوان عورت ہے جسنے اس "مقدس مذہبی عدالت" کے پنجے سے ساٹھ ایسی ہی نوجوان خوبصورت عورتوں کے ساتھ اس وقت رہائی پائی جب فرانسیسی فوج کو خدا نے رحم کرکے انپر مسلط کر دیا - وہ کہتی ہے کہ میں پندرہ برس کی لڑکی تھی ایک عمدہ گھرانے کی - جب ایک معزز امیر لیڈی کے گھر میں اسکی ملاقات کرتے وقت مینے وہان ڈان فرانسسکو کو دیکھا جو "مذہبی عدالت" کا دوسرا جج تھا - دیکھتے ہی اسکی نیت بدل گئی - اور جب رات ہوئی تو اپنے افسران پولیس کو میری گرفتاری کیلئے بھیجدیا اس عدالت کا نام ہی ایسا ہولناک تھا اور اسقدر ذلت سے اسکے احکام کی فرمانبرداری کی جاتی تھی کہ رات کے وقت "مقدس مذہبی عدالت" کا نام سنتے ہی میرے باپ نے بغیر چون و چرا کے مجھے انکے حوالے کیا - انہون نے پکڑکر مجھکو گاڑی میں ساتھ بٹھالیا اور میں وحشت زدہ مبہوت کیطرح بیٹھی تھی کہ اب جاتے ہی میرا کام تمام ہو جائیگا مگر مجھے کسقدر حیرت ہوئی جب میں نے دیکھا کہ مجھے انہون نے ایک ایسے کمرے میں اتارا ہے جو اعلیٰ درجہ کی عیاشی کے سامان سے مہیا ہے - دوسرے دن تک مجھے کچھ پتہ نہ لگا کہ مجھے کس غرض کے لئے یہان لائے ہیں جب شام ہوئی تو فرانسسکو آیا اور بڑے ادب سے سلام کرکے کہا کہ میں اسلئے آیا ہون کہ تا تمہیں معلوم ہو کہ مجھے تمہارے خاندان کی کسقدر عزت منظور ہے اور پھر کہا کہ تمپر مذہبی الزام تمہارے ایک عاشق نے لگائے ہیں اور انکے لئے "مقدس مذہبی عدالت" نے تمہاری نسبت یہ حکم دیا ہے کہ ایک خشک کڑاہی میں تمکو رکھکر اسکے نیچے آہستہ آہستہ آگ جلائی جاوے اور اسطرح بڑا ایذا دیکر تمکو مار ڈالا جاوے مگر مجھے چونکہ تمپر رحم آیا اور میں تمہارے خاندان کی عزت کرتا ہوں اسلئے مینے اس حکم کو ابھی روک دیا ہے مگر اب یہ تمہارے اختیار میں ہے کہ تم ایسی طرز اختیار کرو جس سے یہ حکم ہمیشہ کیلئے رکا رہے - یہ لفظ کہکر وہ چلا گیا اور میں نے رات

اپنے ننگ و ناموس کے خیال سے روتے ہوئے گذاری صبح ہوئی تو میری خادمہ نے جو دراصل اس خبیث ظالم کی دلالہ تھی مجھ کو کہا کہ چلو میں تمہیں دکھاؤں کہ خشک کڑاہی میں جلانے سے کیا مراد ہے۔ اسنے ایک بڑا کمرہ کھولا جس میں ایک بڑا چولہا تھا جس میں تھوڑی آگ جل رہی تھی اور اسکے اوپر پیتل کی ایک بڑی کڑاہی رکھی ہوئی تھی جسپر ایک ڈھکنا تھا اور اسکے ساتھ ایک تالا لگا ہوا تھا۔ پھر ایک دوسرا کمرہ اسنے مجھ کو دکھایا جس میں ایک بڑا چکر تھا اور اسکے دونوں طرف موٹے تختے لگے ہوئے تھے پھر اسنے ایک چھوٹا سا دریچہ کھولا تو میں نے دیکھا کہ اس چکر میں نہایت تیز استرے جابجا لگے ہوئے تھے۔ اسکے بعد مجھ کو اسنے ایک بڑا گڑھا دکھایا جو تمام زہریلے جانوروں سے بھرا ہوا تھا جب میں ان نظاروں کو دیکھکر سخت دہشت زدہ ہوئی تو اس نے کہا اب میں تمہیں بتاتی ہوں کہ یہ چیزیں کس کام آتی ہیں یہ کڑاہی مرتدوں کیلئے ہے اور ان لوگوں کیلئے جو "مقدس باپ" کی مرضی اور خوشی کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ زندہ اسمیں رکھ دیے جاتے ہیں اور اوپر سے ڈھکنا دیکر تالا لگا دیا جاتا ہے۔ پھر نیچے آہستہ آہستہ آگ جلائی جاتی ہے یہانتک کہ جسم خاکستر ہو جاتا ہے۔ چکر ان لوگوں کیلئے ہے جو پوپ کریا دو مذہبی عدالت کے "مقدس باپوں" کی خلاف کچھ کہتے ہیں انکو دریچہ کھولکر اندر ڈالدیا جاتا ہے۔ اور جو لوگ بتوں کو برا کہتے ہیں یا "مقدس لوگوں" یعنی کلیسیا کے عہدیداروں کا ادب نہیں کرتے وہ گڑھے میں ڈالے جاتے ہیں جہاں زہریلے جانور انکو ڈس ڈس کر ہلاک کرتے ہیں پھر میں اپنے کمرے میں واپس چلی گئی اور اس خادمہ نے کہا کہ پھر کسی دن میں تمکو اس سے بھی ہولناک نظارے موت کی دکھاؤنگی مگر میں نے کہا کہ مجھے ان چیزوں کے دیکھنے کی برداشت نہیں۔ تب اسنے کہا کہ دیکھو فرانسسکو جو کچھ کہے اسیطرح کرنا کیونکہ اگر تم نے اسکے حکم کے ماننے سے ذرہ بھی انکار کیا تو اسی کڑاہی میں ڈالکر جلائی جاؤگی دوسری صبح اس خادمہ نے آکر کہا کہ میں تمہیں عمدہ سے عمدہ پوشاک پہنا کر اور زینت کر کے فرانسسکو کے پاس لے جاؤنگی چنانچہ اسیطرح کیا اور جب میں اسکے کمرے میں پہنچی تو وہ ابھی بستر پر لیٹا ہوا تھا اسنے خادمہ کو چلے جانے کا حکم دیا اور اسکے بعد جو کچھ چاہا کیا اور میں نے ایک بھوت کی طرح اپنی جان بچانے کیلئے اسکے حکموں کو مانا۔ اس سیاہ کاری کا اعادہ تین دن تک ہوتا رہا اور روز مجھے عمدہ سے عمدہ لباس پہنایا جاتا۔ اسی اثنا میں مجھے ایک باغ دکھایا گیا جس میں بادشاہ اور میری طرح ہی خوبصورت نوجوان لیڈیاں فاخرہ لباس پہنے ہوئے موجود تھیں مگر مجھے ابھی تک علم نہ تھا کہ وہ وہاں کس غرض کیلئے ہیں جب چوتھا دن ہوا تو رنگ بدل گیا اور بجائے اس عیاشی کے محل اور باغ کے مجھے وہ خادمہ ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں جو آٹھ فٹ سے زیادہ نہ تھی لے گئی۔ جہاں ایک عورت آگے قیدی تھی اور مجھے کہا کہ اب یہ تمہارا کمرہ ہوا یہاں اس عورت نے جو پہلے موجود تھی مجھے سنایا کہ وہ تمام نوجوان عورتیں جو تمنے باغ میں دیکھی ہیں

وہ میری طرح ان ظالموں کے وحشیانہ جذبات کا شکار تھیں پھر اس نے سارے قصہ کو یوں بیان کیا در
ہمیں یہ سخت حکم ہے کہ جب کبھی کوئی نئی نوجوان لیڈی یہاں پکڑ کر لائی جائے تو تین دن تک بہت اظہار
خوشی کریں اور ہنسی اور کھیل میں دن گذاریں۔ جیسا کہ ہم نے تمہارے آنے پر کیا اور جیسا تم دوسرے دن
کے آنے پر کر دگی۔ مگر اسکے بعد ہم سخت ذلت کی حالت میں قیدیوں کی طرح رکھی جاتی ہیں اور سوائے خادمہ
کے اور کسی شخص کو کبھی دیکھتی بھی نہیں تین دن ہفتہ میں ہم ملکر بڑے کمرے میں کھانا کھاتی ہیں۔ اور
ان دو مقدس افسروں،، میں سے جب کسی کا ارادہ ہمارے ساتھ زنا کرنے کا ہوتا ہے۔ تو خادمہ آکر اسے
بلا لے جاتی ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خادمہ ہمارے کمرے کے دروازے کھلے چھوڑ جاتی ہے۔
اور یہ اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ ان میں سے رات کو کوئی سیاہ کاری کیلئے آئے گا۔ اگر ہم میں سے
کوئی حاملہ ہو جائے تو وہ ایک الگ کمرے میں نکال دی جاتی ہے۔ اور جب بچہ ہو جائے۔ تو اسکو کہیں
لے جاتے ہیں جس کا ہم کو کچھ علم نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کبھی ہم اس کے متعلق کچھ بھی آئندہ سنتے ہیں
میں اس ذلت کی گھر میں چھ سال سے ہوں اور چودہ برس کی تھی جب پہلے مجھے یہاں پکڑ کر لائے۔
اس اثنا میں میرے ایک بچہ ہوا۔ اسوقت یہاں باون (۵۲) عورتیں ایسی موجود ہیں۔ مگر انمیں سے....
ہر سال چھ یا آٹھ گم ہو جاتی ہیں اگرچہ ہمکو کچھ پتہ نہیں ملتا کہ وہ کہاں جاتی ہیں۔ مگر اس سے ہمارے
تعداد میں کمی نہیں آتی کیونکہ ہمیشہ اور گرفتار ہو کر آتی رہتی ہیں۔ ایک وقت میں ستر تک تعداد پہنچ
گئی تھی۔ ہمیشہ یہ سوچ سوچ کر ہماری جان ایک عذاب میں رہتی ہے۔ کہ جب کوئی ان دو مقدس باپوں
میں سے (جو تین آدمی ہیں) ہم میں سے کسی سے سیر ہو جاتا ہے تو اسکو مار ڈالا جاتا ہے کیونکہ یہ ممکن
نہیں کہ وہ زندہ اسکو یہاں سے باہر نکالدیں جس سے انکی بدکاریاں بیرونی دنیا پر ظاہر ہو سکتی ہیں
ہم سے زیادہ بدبخت روئے زمین پر کون ہے کہ جان بچانے کی خاطر ہم اس ذلت اور سیاہ کاری کو
قبول کرتی ہیں مگر ہماری جان بھی آخر نہیں بچتی۔

اس قصہ کو پڑھکر پادری سیتل صاحب بتادیں کہ کیا دوزخ کے وہ دردناک عذاب جو قرآن شریف
میں بیان کئے گئے ہیں ایسے خبیث اور پلید شیطانوں کے لئے جو انسانوں کی شکل رکھتے
اور مقدس باپ کہلاتے ہیں۔ انکے نزدیک زیادہ سخت ہیں؟

وصیت حضرت مسیح موعود علیہ السلام*

الحمد للہ رب العلمین ۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد وّآلہ واصحابہ اجمعین

امابعد چونکہ خدائے عزّوجل نے متواتر وحی سے مجھے خبر دی ہے کہ میرا زمانہ وفات نزدیک ہے اور اس بارہ میں اسکی وحی اسقدر تواتر سے ہوئی کہ میری ہستی کو بنیاد سے ہلا دیا ۔ اور اس زندگی کو میرے پر سرد کر دیا اسلئے مینے مناسب سمجھا کہ اپنے دوستوں اور ان تمام لوگوں کے لئے جو میرے کلام سے فائدہ اُٹھانا چاہیں چند نصائح لکھوں سو پہلے میں اس مقدس وحی سے اطلاع دیتا ہوں جسنے مجھے میرے موت کی خبر دیکر میرے لئے یہ تحریک پیدا کی اور وہ یہ ہے جو عربی زبان میں ہوئی اور بعد میں اُردو کی وحی بھی لکھی جائے گی ۔ قرب اجلك المقدّر ولا نبقي لك من المخزيات ذكراً قلّ ميعاد ربك ولا نبقي لك من المخزيات شيئاً ۔ واما نرينك بعض الذي نعدهم او نتوفينك ۔ تموت وانا راضٍ منك ۔ جاء وقتك ونبقي لك الأيات بينات ۔ قرب ما توعدون ۔ واما بنعمة ربك فحدث ۔ انه من يتق الله ويصبر فان الله لا يضيع اجر المحسنين ۔ ترجمہ ۔ تیری اجل قریب آگئی ہے اور ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام و نشان نہیں چھوڑیں گے جن کا ذکر تیری رسوائی کا موجب ہو ۔ تیری نسبت خدا کی میعاد مقررہ تھوڑی رہ گئی ہے ۔ اور ہم ایسے تمام اعتراض دُور اور دفع کر دیں گے اور کچھ انمیں سے باقی نہیں رکھیں گے جنکے بیان سے تیری رسوائی مطلوب ہو ۔ اور ہم اس بات پر قادر ہیں کہ جو کچھ مخالفوں کی نسبت ہماری پیشگوئیاں ہیں انمیں سے تجھے کچھ دکھا دیں ۔ یا تجھے وفات دیدیں ۔ تو اس حالت میں فوت ہوگا جو میں تجھسے راضی ہونگا ۔ اور ہم کھُلے کھُلے نشان تیری تصدیق کے لئے ہمیشہ موجود رکھیں گے جو وعدہ کیا گیا وہ قریب ہے ۔ اپنے رب کی نعمت کا جو تیرے پر ہوئی لوگوں کے پاس بیان کر ۔ جو شخص تقویٰ اختیار کرے اور صبر کرے تو خدا ایسے نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا ۔ اسجگہ یاد رہے کہ خدا تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ ہم تیری نسبت ایسے ذکر باقی نہیں چھوڑیں گے جو تیری رسوائی اور ہتک عزت کا موجب ہوں اس فقرہ کے دو معنے ہیں (۱) اوّل یہ کہ ایسے اعتراضات کو جو رسوا کرنیکی نیت سے شایع کئے جاتے ہیں ہم دور کر دینگے اور ان اعتراضات کا نام و نشان نہ رہیگا (۲) دوسرے یہ کہ ایسے شکایت کرنے والونکو جو اپنی شرارتوں کو نہیں چھوڑتے اور بد ذکر سے باز نہیں آتے دنیا سے اُٹھا لیں گے اور صفحہ ہستی سے معدوم کر دینگے تب انکے نابود ہونیکی وجہ سے انکے بیہودہ اعتراض بھی نابود ہو جائینگے ۔ پھر بعد اسکے خدا تعالیٰ نے میری وفات کی نسبت اُردو زبان میں مندرجہ ذیل کلام کے ساتھ مجھے مخاطب کرکے فرمایا ۔ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں اُس دن سب پر اُداسی چھا جائیگی ۔ یہ ہوگا ۔ یہ ہوگا ۔ یہ ہوگا ۔ بعد اسکے تمہارا واقعہ ہوگا تمام حوادث اور

جاء وقتك ونبقي لك الآيات باهرات

* اس وصیت کا ایک ضمیمہ جو ضروری امور پر مشتمل ہے الگ شائع ہوگا ۔

عجائبات قدرت دکھلانے کے بعد تمہارا حادثہ آئے گا۔

حوادث کے بارہ میں جو مجھے علم دیا گیا ہے وہ یہی ہے۔ کہ ہر ایک طرف دنیا میں موت اپنا دامن پھیلائے گی اور زلزلے آئیں گے اور شدت سے آئینگے اور قیامت کا نمونہ ہونگے اور زمین کو تہ و بالا کریں گے۔ اور بہتوں کی زندگی تلخ ہو جائیگی۔ پھر وہ جو توبہ کریں گے اور گناہوں سے دستکش ہو جائینگے۔ خدا اُنپر رحم کرے گا۔ جیسا کہ ہر ایک نبی نے اس زمانہ کی خبر دی تھی ضرور ہے۔ کہ وہ سب کچھ واقع ہو۔ لیکن وہ جو اپنے دلوں کو درست کریں گے اور اُن راہوں کو اختیار کرینگے جو خدا کو پسند ہیں۔ انکو کچھ خوف نہیں اور نہ کچھ غم۔ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو میری طرف سے نذیر ہے۔ میں نے تجھے بھیجا تا مجرم نیکو کاروں سے الگ کئے جائیں اور فرمایا کہ دنیا میں ایک نذیر آیا۔ پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اُسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اُسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔* میں تجھے اسقدر برکت دونگا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے۔

اور آئندہ زلزلہ کی نسبت جو ایک سخت زلزلہ ہوگا مجھے خبر دی اور فرمایا پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ اسلئے ایک شدید زلزلہ کا آنا ضروری ہے لیکن راستباز اس سے امن میں ہیں۔ سو راستباز بنو اور تقویٰ اختیار کرو تا بچ جاؤ۔ آج خدا سے ڈرو تا اُس دن کے ڈر سے امن میں رہو۔ ضرور ہے کہ آسمان کچھ دکھاوے اور زمین کچھ ظاہر کرے لیکن خدا سے ڈرنے والے بچائے جائیں گے خدا کا کلام مجھے فرماتا ہے کہ کئی حوادث ظاہر ہونگے اور کئی آفتیں زمین پر اُتریں گی کچھ تو انمیں سے میری زندگی میں ظہور میں آ جائینگی اور کچھ میرے بعد ظہور میں آئینگی۔ اور وہ اس سلسلہ کو پوری ترقی دیگا۔ کچھ میرے ہاتھ سے اور کچھ میرے بعد۔

یہ خدا تعالیٰ کی سنت ہے اور جب سے کہ اُسنے انسان کو زمین میں پیدا کیا ہمیشہ اس سنت کو وہ ظاہر کرتا رہا ہے کہ وہ اپنے نبیوں اور رسولوں کی مدد کرتا ہے اور انکو غلبہ دیتا ہے۔ جیسا کہ فرماتا ہے کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی یعنی خدا نے لکھ رکھا ہے کہ وہ اور اسکے نبی غالب رہیں گے اور غلبہ سے مراد یہ ہے جیسا کہ رسولوں اور نبیوں کا یہ منشا ہوتا ہے کہ خدا کی حجت زمین پر پوری ہو جائے اور اسکا مقابلہ کوئی نہ کر سکے اسی طرح خدا تعالیٰ قوی نشانوں کے ساتھ انکی سچائی ظاہر کر دیتا ہے اور جس راستبازی کو وہ دنیا میں پھیلانا چاہتے ہیں اُسکی تخم ریزی انہیں کے ہاتھ سے کر دیتا ہے لیکن اُسکی پوری تکمیل انکے ہاتھ سے نہیں کرتا۔ بلکہ ایسے

* اگر دنیا کی آنکھ کھلتی تو وہ دیکھتی کہ میں صدی کے سر پر ظاہر ہوا اور چہارم حصہ کے قریب اب تک چودھویں صدی بھی گذر گئی اور احادیث کے مطابق عین میرے دعوے کے وقت رمضان کے مہینہ میں چاند گرہن اور سورج گرہن بھی ہوا۔ اور طاعون بھی ملک میں ظاہر ہوئی۔ اور زلزلے بھی آئے اور آئیں گے مگر افسوس اُن پر جنہوں نے دنیا سے پیار کیا انہوں نے مجھے قبول نہ کیا منہ

وقت میں انکو وفات دیکر جو بظاہر ایک ناکامی کا خوف اپنے ساتھ رکھتا ہے مخالفوں کو ہنسی اور ٹھٹھے اور طعن اور تشنیع کا موقعہ دیتا ہے اور جب وہ ہنسی ٹھٹھا کر چکتے ہیں تو پھر ایک دوسرا ہاتھ اپنی قدرت کا دکھاتا ہے اور ایسے اسباب پیدا کر دیتا ہے جنکے ذریعہ سے وہ مقاصد جو کسی قدر ناتمام رہ گئے تھے اپنے کمال کو پہنچتے ہیں غرض دو قسم کی قدرت ظاہر کرتا ہے (۱) اوّل خود نبیوں کے ہاتھ سے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھاتا ہے (۲) دوسرے ایسے وقت میں جب نبی کی وفات کے بعد مشکلات کا سامنا پیدا ہو جاتا ہے اور دشمن زور میں آجاتے ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اب کام بگڑ گیا اور یقین کر لیتے ہیں کہ اب یہ جماعت نابود ہو جائیگی اور خود جماعت کے لوگ بھی تردد میں پڑ جاتے ہیں اور انکی کمریں ٹوٹ جاتی ہیں اور کئی بدقسمت مرتد ہونیکی راہیں اختیار کر لیتے ہیں تب خدا تعالیٰ دوسری مرتبہ اپنی زبردست قدرت ظاہر فرماتا ہے اور گرتی ہوئی جماعت کو سنبھال لیتا ہے پس وہ جو اخیر تک صبر کرتا ہے خدا تعالیٰ کے اس معجزے کو دیکھتا ہے۔ جیساکہ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کے وقت میں ہوا جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت ایک بیوقت موت سمجھی گئی اور بہت سے بادیہ نشین نادان مرتد ہو گئے اور صحابہ رضؓ بھی مارے غم کے دیوانہ کی طرح ہو گئے تب خدا تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق رضؓ کو کھڑا کر کے دوبارہ اپنی قدرت کا نمونہ دکھایا اور اسلام کو نابود ہوتے ہوتے تھام لیا اور اس وعدہ کو پورا کیا جو فرمایا تھا۔ ولیمکنن لہم دینہم الذی ارتضی لہم ولیبدلنہم من بعد خوفہم امنا یعنی خوف کے بعد پھر ہم انکے پیر جما دیں گے۔ ایسا ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں ہوا جبکہ حضرت موسیٰ مصر اور کنعان کی راہ میں پہلے اس سے جو بنی اسرائیل کو وعدہ کے موافق منزل مقصود تک پہنچا دیں فوت ہو گئے اور بنی اسرائیل میں انکے مرنے سے ایک بڑا ماتم برپا ہوا جیساکہ توریت میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل اس بیوقت موت کے صدمہ سے اور حضرت موسیٰ عؑ کی ناگہانی جدائی سے چالیس دن تک روتے رہے۔ ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ معاملہ ہوا۔ اور صلیب کے واقعہ کے وقت تمام حواری تتر بتر ہو گئے اور ایک انمیں سے مرتد بھی ہو گیا۔

سو اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھاوے سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت کو ترک کر دیوے۔ اسلئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے۔ اور اسکا آنا تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا۔ اور وہ دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤنگا۔ تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیجدیگا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی جیساکہ خدا کا براہین احمدیہ میں وعدہ ہے اور وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں ہے بلکہ

تمہاری نسبت وعدہ ہے جیساکہ خدا فرماتا ہے کہ "مین اس جماعت کو جو تیری پیرو ہین قیامت تک دوسرون پر غلبہ دونگا" سو ضرور ہے کہ تم پر میری جدائی کا دن آوے تا بعد اسکے وہ دن آوے جو دائمی وعدہ کا دن ہے۔ وہ ہمارا خدا وعدون کا سچا اور وفادار اور صادق خدا ہے۔ وہ سب کچھ تمہین دکھائیگا جس کا اسنے وعدہ فرمایا۔ اگرچہ یہ دن دنیا کے آخری دن ہین اور بہت بلائین ہین جنکے نزول کا وقت ہے پر ضرور ہے کہ یہ دنیا قائم رہے جبتک وہ تمام باتین پوری نہ ہو جاوین جن کی خدا نے خبر دی ہین خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ مین ظاہر ہوا اور مین خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد بعض اور وجود ہونگے جو دوسری قدرت کا مظہر ہونگے سو تم خدا کی قدرت ثانی کے انتظار مین اکٹھے ہوکر دعا کرتے رہو اور چاہیے کہ ہر ایک صالحین کی جماعت ہر ایک ملک مین اکٹھے ہوکر دعا مین لگے رہین تا دوسری قدرت آسمان سے نازل ہو اور تمہین دکھاوے کہ تمہارا خدا ایسا قادر خدا ہے اپنی موت کو قریب سمجھو تم نہین جانتے کہ کس وقت وہ گھڑی آجائے گی :۔

اور چاہیے کہ جماعت کے بزرگ جو نفس پاک رکھتے ہین میرے نام پر میرے بعد لوگون سے بیعت لیں* خدا تعالی چاہتا ہے کہ ان تمام روحون کو جو زمین کی متفرق آبادیوں میں آباد ہیں۔ کیا یورپ اور کیا ایشیا ان سب کو جو نیک فطرت رکھتے ہیں توحید کی طرف کھینچے اور اپنے بندوں کو دین واحد پر جمع کرے یہی خدا تعالی کا مقصد ہے جسکے لئے مین دنیا مین بھیجا گیا سو تم اس مقصد کی پیروی کرو مگر نرمی اور اخلاق اور دعاؤں پر زور دینے سے اور جب تک کوئی خدا سے روح القدس پاکر کھڑا نہ ہو سب میرے بعد ملکر کام کرو۔

اور چاہیے کہ تم بھی ہمدردی اور اپنے نفسون کے پاک کرنے سے روح القدس سے حصہ لو کہ بجز روح القدس کے حقیقی تقوی حاصل نہیں ہو سکتی اور نفسانی جذبات کو بکلی چھوڑ کر خدا کی رضا کے لئے وہ راہ اختیار کرو جو اس سے زیادہ کوئی راہ تنگ نہ ہو۔ دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہین اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ درد جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو

---

* ایسے لوگون کا انتخاب مومنون کے اتفاق رائے پر ہوگا پس جس شخص کی نسبت چالیس مومن اتفاق کرینگے وہ اسبات کے لائق ہے کہ میرے نام پر لوگون سے بیعت لیوے وہ بیعت لینے کا مجاز ہوگا اور چاہیے کہ وہ اپنے تئین دوسرون کے لئے نمونہ بناوے خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مین تیری جماعت کے لئے تیری ہی ذریت سے ایک شخص کو قائم کرونگا اور اسکو اپنے قرب اور وحی سے مخصوص کرونگا اور اسکے ذریعہ سے حق ترقی کریگا اور بہت سے لوگ سچائی کو قبول کرینگے سو ان دنون کے منتظر رہو اور تمہین یاد رہے کہ ہر ایک کی شناخت اسکے وقت مین ہوتی ہے اور قبل از وقت ممکن ہے کہ وہ معمولی انسان دکھائی دے یا بعض دھوکہ دینے والے خیالات کی وجہ سے قابل اعتراض ٹھہرے جیساکہ قبل از وقت ایک کامل انسان بننے والا بھی پیٹ مین صرف ایک نطفہ یا علقہ ہوتا ہے۔ منہ

اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے اگر تم صاف دل ہو کر اس کی طرف آجاؤ تو ہر ایک راہ میں وہ تمہاری مدد کرے گا اور کوئی دشمن تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکیگا خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جبتک تم اپنی رضا چھوڑ کر اپنی لذات چھوڑ کر اپنی عزت چھوڑ کر اپنا مال چھوڑ کر اپنی جان چھوڑ کر اسکی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے لیکن اگر تم تلخی اٹھا لوگے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے اور تم ان راستبازوں کے وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائینگے لیکن تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ "تقویٰ ایک ایسا درخت ہے جسکو دل میں لگانا چاہیئے۔" وہی پانی جس سے تقویٰ پرورش پاتی ہے تمام باغ کو سیراب کر دیتا ہے تقویٰ ایک ایسی جڑ ہے کہ اگر وہ نہیں تو سب کچھ ہیچ ہے اور اگر وہ باقی رہے تو سب کچھ باقی ہے انسان کو اس فضولی سے کیا فائدہ جو زبان سے خداطلبی کا دعویٰ کرتا ہے لیکن قدم صدق نہیں رکھتا دیکھو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ آدمی ہلاک شدہ ہے جو دین کیساتھ کچھ دنیا کی ملونی رکھتا ہے اور اس نفس سے جہنم بہت قریب ہے جسکے تمام ارادے خدا کے لئے نہیں ہیں بلکہ کچھ خدا کے لئے اور کچھ دنیا کے لئے پس اگر تم دنیا کی ایک ذرہ بھی ملونی اپنے اغراض میں رکھتے ہو تو تمہاری تمام عبادتیں عبث ہیں اس صورت میں تم خدا کی پیروی نہیں کرتے بلکہ شیطان کی پیروی کرتے ہو۔ تم ہرگز توقع نہ کرو کہ ایسی حالت میں خدا تمہاری مدد کریگا۔ بلکہ تم اس حالت میں زمین کے کیڑے ہو اور تھوڑے ہی دنوں تک تم اس طرح ہلاک ہو جاؤ گے جس طرح کہ کیڑے ہلاک ہوتے ہیں اور تم میں خدا نہیں ہوگا بلکہ تمہیں ہلاک کر کے خدا خوش ہوگا لیکن اگر تم اپنے نفس سے درحقیقت مر جاؤ گے تب تم خدا میں ظاہر ہو جاؤ گے اور خدا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اور وہ گھر بابرکت ہوگا جس میں تم رہتے ہوگے اور ان دیواروں پر خدا کی رحمت نازل ہوگی جو تمہارے گھر کی دیواریں ہیں اور وہ شہر بابرکت ہوگا جہاں ایسا آدمی رہتا ہوگا اگر تمہاری زندگی اور تمہاری موت اور تمہاری ہر ایک حرکت اور تمہاری نرمی اور گرمی محض خدا کے لئے ہو جائیگی۔ اور ہر ایک تلخی اور مصیبت کے وقت تم خدا کا امتحان نہیں کرو گے اور تعلق کو نہیں توڑو گے بلکہ آگے قدم بڑھاؤ گے تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک خاص قوم ہو جاؤ گے تم بھی انسان ہو جیسا کہ میں انسان ہوں اور وہی میرا خدا تمہارا خدا ہے پس اپنی پاک قوتوں کو ضائع مت کرو اگر تم پورے طور پر خدا کی طرف جھکو گے تو دیکھو میں خدا کی منشا کے موافق تمہیں کہتا ہوں کہ تم خدا کی ایک قوم برگزیدہ ہو جاؤ گے خدا کی عظمت اپنے دلوں میں بٹھاؤ اور اسکی توحید کا اقرار نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر کرو تا خدا بھی عملی طور پر اپنا لطف و احسان تم پر ظاہر کرے کینہ وری سے پرہیز کرو۔ اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ ہر ایک راہ نیکی کی اختیار کرو۔ نہ معلوم کس راہ

سے تم قبول کئے جاؤگے۔

تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانیکا میدان خالی ہے ہر ایک قوم دنیا سے پیار کر رہی ہے اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اسکی طرف دنیا کو توجہ نہیں وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ مین داخل ہونا چاہتے ہین۔ انکے لئے موقع ہے کہ اپنے جوہر دکھلائین اور خدا سے خاص انعام پاوین یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضایع کر دیگا تم خدا کے ہاتہ کا ایک بیج ہو جو زمین مین بویا گیا خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑہیگا اور پہولیگا اور ہر ایک طرف سے اسکی شاخین نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان مین آنیوالے ابتلاؤں سے نہ ڈرے کیونکہ ابتلاؤن کا آنا بھی ضروری ہے تا خدا تمہاری آزمایش کرے کہ کون اپنے دعوی بیعت مین صادق اور کون کاذب ہے۔ وہ جو کسی ابتلا سے لغزش کھائے گا وہ کچہہ بھی خدا کا نقصان نہین کرے گا اور بدبختی اسکو جہنم تک پہنچائیگی اگر وہ پیدا نہ ہوتا تو اسکے لئے اچہا تھا۔ مگر وہ سب لوگ جو اخیر تک صبر کرین گے اور ان پر مصائب کے زلزلے آئینگے اور حوادث کی آندہیان چلین گی اور قومین ہنسی اور ٹھٹھا کرین گی اور دنیا ان سے سخت کراہت کے ساتھ پیش آئیگی۔ وہ آخر فتحیاب ہونگے اور برکتون کے دروازے انپر کھولے جائین گے خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ مین اپنی جماعت کو اطلاع دون کہ جو لوگ ایمان لائے ایسا ایمان جو اسکے ساتہہ دنیا کی ملونی نہین اور وہ ایمان نفاق یا بزدلی سے آلودہ نہین اور وہ ایمان اطاعت کے کسی درجہ سے محروم نہین ایسے لوگ خدا کے پسندیدہ لوگ ہین اور خدا فرماتا ہے کہ وہی ہین جن کا قدم صدق کا قدم ہے۔

اے سننے والو سنو! کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ پس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ اسکے ساتہہ کسی کو بھی شریک نہ کرو نہ آسمان مین نہ زمین مین ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے۔ جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ وہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تہا یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ مین وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہین بلکہ وہ سنتا ہے اور بولتا بھی ہے اسکی تمام صفات ازلی ابدی ہین کوئی صفت بھی معطل نہین اور نہ کبھی ہو گی وہ وہی واحد لاشریک ہے جسکا کوئی بیٹا نہین اور جسکی کوئی بیوی نہین وہ وہی بے مثل ہے جسکا کوئی ثانی نہین جسکا کوئی ہمتا نہین جسکا کوئی ہم صفات نہین اور جسکی کوئی طاقت کم نہین وہ قریب ہے باوجود دور ہونیکے اور دور ہے باوجود نزدیک ہونے کے وہ تمثل کے طور پر اہل کشف پر اپنے تیئں ظاہر کر سکتا ہے۔ مگر اسکے لئے نہ کوئی جسم ہے اور نہ کوئی شکل ہے۔ اور وہ سب سے اوپر ہے مگر نہین کہہ سکتے کہ اسکے نیچے کوئی اور بھی ہے۔ اور وہ عرش پر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ زمین پر نہین وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا اور مظہر ہے تمام محامد حقہ کا اور سرچشمہ ہے تمام خوبیون کا اور جامع ہے تمام طاقتون کا اور

مبدء ہے تمام فیضون کا اور مرجع ہے ہر ایک شے کا اور مالک ہے ہر ایک ملک کا اور متصف ہے ہر ایک کمال سے اور منزہ ہے ہر ایک عیب اور ضعف سے اور مخصوص ہے اس امر مین کہ زمین والے اور آسمان والے اسی کی عبادت کرین اور اسکے آگے کوئی بات بھی اَن ہونی نہین اور تمام روح اور انکی طاقتین اور تمام ذرّات اور اسکی طاقتین اسی کی پیدائش ہین اسکے بغیر کوئی چیز ظاہر نہین ہوتی وہ اپنی طاقتون اور اپنی قدرتون اور اپنے نشانون سے اپنے تئین آپ ظاہر کرتا ہے اور اس کو اسی کے ذریعہ سے ہم پا سکتے ہین اور وہ راستبازون پر ہمیشہ اپنا وجود ظاہر کرتا رہتا ہے۔ اور اپنی قدرتین انکو دکھلاتا ہے اسی سے وہ شناخت کیا جاتا اور اسی سے اُسکی پسندیدہ راہ شناخت کی جاتی ہے وہ دیکھتا ہے بغیر جسمانی آنکھون کے اور سنتا ہے بغیر جسمانی کانون کے اور بولتا ہے بغیر جسمانی زبان کے اسی طرح نیستی سے ہستی کرنا اسکا کام ہے جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ خواب کے نظارہ مین بغیر کسی مادہ کے ایک عالم پیدا کر دیتا ہے اور ہر ایک فانی اور معدوم کو موجود دکھلا دیتا ہے پس اسی طرح اسکی تمام قدرتین ہین نادان ہے جو اسکی قدرتون سے انکار کرے اندھا ہے وہ جو اُسکی عمیق طاقتون سے بیخبر ہے وہ سب کچھ کرتا ہے اور کر سکتا ہے بغیر ان اُمور کے جو اسکی شان کے مخالف ہین یا اسکے مواعید کے برخلاف ہین اور وہ واحد ہے اپنی ذات مین اور صفات مین اور افعال مین اور قدرتون مین اور اس تک پہنچنے کے لئے تمام دروازے بند ہین مگر ایک دروازہ جو فرقان مجید نے کھولا ہے اور تمام نبوّتین اور تمام کتابین جو پہلے گذر چکین انکی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہین رہی کیونکہ نبوّت محمدیہ اُن سب پر مشتمل اور حاوی ہے اور بجز اسکے سب راہین بند ہین تمام سچائیان جو خدا تک پہنچاتی ہین اسی کے اندر ہین اور نہ اسکے بعد کوئی سچائی آئیگی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اسمین موجود نہین اسلئے اس نبوّت پر تمام نبوّتون کا خاتمہ ہے اور ہونا چاہئے تھا کیونکہ جس چیز کے لئے ایک آغاز ہے اسکے لئے ایک انجام بھی ہے لیکن یہ نبوت محمدیہ اپنی ذاتی فیض رسانی سے قاصر نہین بلکہ سب نبوّتون سے زیادہ اسمین فیض ہے اس نبوّت کی پیروی خدا تک بہت سہل طریق سے پہنچا دیتی ہے اور اس کی پیروی سے خدا تعالیٰ کی محبت اور اسکے مکالمہ مخاطبہ کا اس سے بڑھکر انعام مل سکتا ہے جو پہلے ملتا تھا۔ مگر اسکا کامل پیرو صرف نبی نہین کہلا سکتا کیونکہ نبوت کاملہ تامہ محمدیہ کی اسمین ہتک ہے ہان امتی اور نبی دونون لفظ اجتماعی حالت مین اسپر صادق آسکتے ہین کیونکہ اس مین نبوت تامہ کاملہ محمدیہ کی ہتک نہین بلکہ اس نبوت کی چمک اس فیضان سے زیادہ تر ظاہر ہوتی ہے ✠ اور جبکہ وہ مکالمہ مخاطبہ اپنی کیفیت اور کمیت کے رو سے کمال درجہ تک پہنچ جائے اور اسمین کوئی کثافت اور کمی باقی نہو اور کھلے طور پر امور غیبیہ پر مشتمل ہو تو وہی دوسرے لفظون مین نبوت کے نام سے موسوم ہوتا ہے جس پر تمام نبیون کا اتفاق ہے پس یہ ممکن نہ تھا کہ وہ قوم جسکے لئے فرمایا گیا کہ کنتم خیر امة اخرجت للناس۔ اور جنکے لئے یہ دعا سکھائی گئی کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم انکے تمام افراد اس مرتبہ عالیہ سے محروم رہتے اور کوئی ایک فرد بھی اس مرتبہ کو نہ پاتا اور ایسی صورت مین صرف یہی خرابی نہ تھی کہ امت محمدیہ ناقص اور ناتمام رہتی اور سب کے سب اندھون کی طرح رہتے بلکہ یہ

✠ باوجود اسکے یہ خوب یاد رکھنا چاہئے کہ نبوت تشریعی کا دروازہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مسدود ہے اور قرآن مجید کے بعد اور کوئی کتاب نہین جو نئے احکام سکھائے یا قرآن شریف کا حکم منسوخ کرے یا اسکی پیروی معطل کرے بلکہ اسکا عمل قیامت تک ہے منہ

بھی نقص تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت فیضان پر داغ لگتا تھا اور آپ کی قوت قدسیہ ناقص ٹھہرتی تھی اور ساتھ اسکے وہ دعا جسکا پانچ وقت نماز مین پڑہنا تعلیم کیا گیا تھا اسکا سکھلانا بھی عبث ٹھہرتا تہا مگر اس کی دوسری طرف یہ خرابی بھی تھی کہ اگر یہ کمال کسی فرد امت کو براہ راست بغیر پیروی نور نبوت محمدیہ کے ملسکتا ۔ تو ختم نبوت کے معنے باطل ہوتے تھے پس ان دونون خرابیون سے محفوظ رکھنے کے لئے خدا تعالی نے اسکا مکالمہ مخاطبہ کاملہ تامہ مطہرہ مقدسہ کا شرف ایسے بعض افراد کو عطا کیا جو فنا فی الرسول کی حالت تک اتم درجہ تک پہنچ گئے اور کوئی حجاب درمیان نہ رہا اور امتی ہونے کا مفہوم اور پیروی کے معنے اتم اور اکمل درجہ پر ان مین پائے گئے ایسے طور پر کہ ان کا وجود اپنا وجود نہ رہا بلکہ ان کے محویت کے آئینہ مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود منعکس ہوگیا اور دوسری طرف اتم اور اکمل طور پر مکالمہ مخاطبہ الہیہ نبیون کی طرح انکو نصیب ہوا۔

پس اس طرح پر بعض افراد نے باوجود امتی ہونیکے نبی ہونے کا خطاب پایا کیونکہ ایسی صورت کی نبوت نبوت محمدیہ سے الگ نہین بلکہ اگر غور سے دیکھو تو خود وہ نبوت محمدیہ ہی ہے جو ایک پیرایہ جدید مین جلوہ گر ہوئی ۔ یہی معنے اس فقرہ کے ہین جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے حق مین فرمایا کہ نبی اللہ اماکم منکم یعنی وہ نبی بھی ہے اور امتی بھی ہے ورنہ غیر کو اسجگہ قدم رکھنے کی جگہ نہین مبارک وہ جو اس نکتہ کو سمجھے تا ہلاک ہونے سے بچ جائے عیسی علیہ السلام کو خدا نے وفات دیدی جیسا کہ خدا تعالی کی صاف اور صریح آیت فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم اسپر شاہد ہے جس کے معنے آیات متعلقہ کے ساتھ یہ ہین کہ خدا قیامت کو عیسی سے پوچھے گا کہ کیا تو نے ہی اپنی امت کو یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کرکے مانو تو وہ جواب دینگے جب تک مین ان مین تھا تو انپر شاہد تھا اور ان کا نگہبان تھا اور جب تو نے مجھے وفات دیدی تو پہر مجھے کیا علم تھا کہ میرے بعد وہ کس ضلالت مین مبتلا ہوئے اب اگر کوئی چاہے تو آیت فلما توفیتنی کے یہ معنے کرے کہ جب تو نے مجھے وفات دیدی اور چاہے تو اپنی ناحق کی ضد سے باز نہ آکر یہ معنے کرے کہ جب تو نے مع جسم عنصری مجھے آسمان پر اٹھا لیا بہرحال اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے ۔ کہ حضرت عیسی دوبارہ دنیا مین آنے ہوتے اور صلیب توڑی ہوتی تو اس صورت مین ممکن نہین کہ عیسی جو خدا کا نبی تھا ایسا صریح جھوٹ خدا تعالی کے روبرو قیامت کے دن بولے گا کہ مجھے کچھ بھی خبر نہین کہ میرے بعد میری امت نے یہ فاسد عقیدہ اختیار کیا کہ مجھے اور میری ماں کو خدا قرار دیدیا کیا وہ شخص جو دوبارہ دنیا مین آوے اور چالیس برس دنیا مین رہے اور عیسائیون سے لڑائیاں کرے وہ نبی کہلا کر ایسا مکروہ جھوٹ بول سکتا ہے کہ مجھے کچھ بھی خبر نہین پس جبکہ یہ آیت حضرت عیسی کو دوبارہ آنے سے روکتی ہے ۔ (ورنہ وہ دروغ گو ٹھہرتے ہین) تو اگر وہ مع جسم عنصری آسمان پر ہین اور بموجب تصریح اس آیت کے قیامت کے دن تک زمین پر نہین اترینگے تو کیا وہ آسمان پر ہی مرینگے اور آسمان پر ہی انکی قبر

ہو گی لیکن آسمان پر مرنا آیت فیھا تموتون کے برخلاف ہے پس اس سے تو یہی ثابت ہوا کہ وہ آسمان پر مع جسم عنصری نہیں گئے بلکہ مر گئے اور جس حالت میں کتاب اللہ نے کمال تصریح سے یہ فیصلہ کر دیا تو پھر کتاب اللہ کی مخالفت کرنا اگر معصیت نہیں تو اور کیا ہے۔

اگر میں نہ آیا ہوتا تو محض اجتہادی غلطی قابل عفو تھی لیکن جب میں خدا کی طرف سے آ گیا اور صریح اور سچے معنے قرآن شریف کے کھل گئے تو پھر بھی غلطی کو نہ چھوڑنا ایمانداری کا شیوہ نہیں میرے لئے خدا کے نشان آسمان پر بھی ظاہر ہوئے اور زمین پر بھی اور صدی کا بھی قریباً چوتھا حصہ گذر گیا اور ہزارہا نشان ظہور میں آ گئے اور دنیا کی عمر سے ساتواں ہزار شروع ہو گیا تو پھر اب بھی حق کو قبول نہ کرنا یہ کس قسم کی سخت دلی ہے دیکھو میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ خدا کے نشان ابھی ختم نہیں ہوئے اُس پہلے زلزلہ کے نشان کے بعد جو ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء میں ظہور میں آیا جس کی ایک مدت پہلے خبر دی گئی تھی پھر خدا نے مجھے خبر دی کہ بہار کے زمانہ میں ایک اور سخت زلزلہ آنے والا ہے وہ بہار کے دن ہوں گے نہ معلوم کہ وہ ابتدا بہار کا ہو گا جب درختوں میں پتا نکلتا ہے یا درمیان اس کا یا اخیر کے دن جیسا کہ الفاظ وحی الٰہی یہ ہیں۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ چونکہ پہلا زلزلہ بھی بہار کے ایام میں تھا اس لئے خدا نے خبر دی کہ وہ دوسرا زلزلہ بھی بہار میں ہی آئے گا اور چونکہ آخر جنوری میں بعض درختوں کا پتہ نکلنا شروع ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اسی مہینہ سے خوف کے دن شروع ہوں گے اور غالباً مئی کے اخیر تک وہ دن رہیں گے۔ ✝

اور خدا نے فرمایا زلزلة الساعة یعنی وہ زلزلہ قیامت کا نمونہ ہو گا اور پھر فرمایا لک نُری اٰیاتٍ و نھدم ما یعمرون* یعنی تیرے لئے ہم نشان دکھلائیں گے اور جو عمارتیں بناتے جائیں گے ہم ان کو گراتے جائیں گے اور پھر فرمایا بھونچال آیا اور شدت سے آیا اور زمین تہ و بالا کر دی۔ یعنی ایک سخت زلزلہ آئے گا اور زمین کو یعنی زمین کے بعض حصوں کو زیر و زبر کر دے گا جیسا کہ لوط کے زمانہ میں ہوا اور پھر فرمایا انّی مع الافواج اٰتیک بغتةً یعنی میں پوشیدہ طور پر فوجوں کے ساتھ آؤں گا اس دن کی کسی کو بھی خبر نہیں ہو گی جیسا کہ لوط کی بستی جب زیر و زبر ہوئی کسی کو خبر نہ تھی اور سب کھاتے پیتے اور عیش کرتے تھے کہ ناگہانی طور پر زمین الٹائی گئی پس خدا فرماتا ہے کہ اس جگہ بھی ایسا ہی ہو گا۔ کیونکہ گناہ حد سے بڑھ گیا اور انسان حد سے زیادہ دنیا سے پیار کرتے ہیں اور خدا کی راہ تحقیر کی نظر سے دیکھی جاتی ہے اور پھر فرمایا زندگیوں کا خاتمہ اور پھر مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

✝ مجھے معلوم نہیں کہ بہار کے دنوں سے مراد یہی بہار کے دن ہیں جو اس جاڑے کے گذرنے کے بعد آنے والے ہیں یا کسی اور وقت پر اس پیشگوئی کا ظہور موقوف ہے۔ جو بہار کا وقت ہو گا بہر حال خدا تعالیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہار کے دن ہوں گے خواہ کوئی بہار ہو مگر خدا ایک ایسے شخص کی طرح آئے گا جو رات کو پوشیدہ طور پر آتا ہے یہی خدا نے مجھے فرمایا۔ منہ

* ایک خدا کی وحی اس بارے میں یہ بھی ہے۔ تیرے لئے میرا نام چمکا۔ منہ

قال ربك انه نازل من السماء ما یرضیك رحمة منا وکان امرا مقضیا ۔ یعنی تیرا رب کہتا ہے کہ ایک امر آسمان سے اتریگا جس سے تو خوش ہو جائیگا یہ ہماری طرف سے رحمت ہے۔ اور یہ فیصلہ شدہ بات ہے جو ابتدا سے مقدر تھی اور ضرور ہے کہ آسمان اُس امر کے نازل کرنیسے رکا رہے جب تک کہ یہ پیشگوئی قوموں میں شایع ہو جاوے کون ہے جو ہماری باتوں پر ایمان لاوے بجز اسکے کہ خوش قسمت ہو۔

یاد رہے کہ یہ اعلان تشویش کے پھیلانیکے لئے نہیں بلکہ آئندہ تشویش کی پیش بندی کے لئے ہے تا کوئی بیخبری میں ہلاک نہ ہو ہر ایک امر نیت سے وابستہ ہے۔ پس ہماری نیت دکھ دینے کی نہیں بلکہ دکھ سے بچانے کی نیت ہے وہ لوگ جو توبہ کرتے ہیں خدا کے عذاب سے بچائے جائینگے مگر وہ بدقسمت جو توبہ نہیں کرتا اور ٹھٹھے کی مجلسوں کو نہیں چھوڑتا اور بدکاری اور گناہ سے باز نہیں آتا اسکی ہلاکت کے دن نزدیک ہیں کیونکہ اسکی شوخی خدا کی نظر میں قابل غضب ہے۔

اس جگہ ایک امر اور قابل تذکرہ ہے کہ جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ خدا نے مجھے میری وفات سے اطلاع دی ہے اور مجھے مخاطب کر کے میری زندگی کی نسبت فرمایا کہ بہت تھوڑے دن رہ گئے ہیں اور فرمایا کہ تمام حوادث اور عجائبات قدرت دکھلانیکے بعد تمہارا حادثہ آئیگا ۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ضرور ہے کہ میری وفات سے پہلے کچھ دنیا پر حوادث پڑیں اور کچھ عجائبات قدرت ظاہر ہوں تا دنیا ایک انقلاب کے لئے طیار ہو جائے اور اس انقلاب کے بعد میری وفات ہو اور مجھے ایک جگہ دکھلا دی گئی کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہو گی ایک فرشتہ میں نے دیکھا کہ وہ زمین کو ناپ رہا ہے تب ایک مقام پر اسنے پہنچکر مجھے کہا کہ یہ تیری قبر کی جگہ ہے پھر ایک جگہ مجھے ایک قبر دکھلائی گئی کہ وہ چاندی سے زیادہ چمکتی تھی اور اسکی تمام مٹی چاندی کی تھی تب مجھے کہا گیا کہ یہ تیری قبر ہے اور ایک جگہ مجھے دکھلائی گئی اور اسکا نام بہشتی مقبرہ رکھا گیا اور ظاہر کیا گیا کہ وہ ان برگزیدہ جماعت کے لوگوں کی قبریں ہیں جو بہشتی ہیں تب سے ہمیشہ مجھے یہ فکر رہی کہ جماعت کے لئے ایک قطعہ زمین قبرستان کی غرض سے خریدا جائے لیکن چونکہ موقعہ کی عمدہ زمینیں بہت قیمت سے ملتی تھیں اسلئے یہ غرض مدت دراز تک معرض التوا میں رہی اب اخویم مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی وفات کے بعد جبکہ میری وفات کی نسبت بھی متواتر وحی الٰہی ہوئی میں نے مناسب سمجھا کہ قبرستان کا جلدی انتظام کیا جائے اسلئے میں نے اپنی ملکیت کی زمین جو ہمارے باغ کے قریب ہے جسکی قیمت ہزار روپیہ سے کم نہیں اس کام کے لئے تجویز کی اور میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اسمیں برکت دے اور اسی کو بہشتی مقبرہ بنا دے اور یہ اس جماعت کے پاکدل لوگوں کی خوابگاہ ہو جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کر لیا اور دنیا کی محبت چھوڑ دی اور خدا کے لئے ہو گئے اور پاک تبدیلی اپنے اندر پیدا کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی طرح وفاداری اور صدق کا نمونہ دکھلایا آمین یا رب العالمین پھر میں دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر خدا اس زمین کو میری جماعت میں سے ان پاکدلوں کی قبریں بنا جو فی الواقع

تیرے لئے ہو چکے اور دنیا کی اغراض کی ملونی انکے کاروبار میں نہیں آمین یا رب العلمین۔
پھر میں تیسری دفعہ دعا کرتا ہوں کہ اے میرے قادر کریم اے خدائے غفور رحیم تو صرف ان لوگوں کو اس جگہ قبروں کی جگہ دے جو تیرے اس فرستادہ پر سچا ایمان رکھتے ہیں اور کوئی نفاق اور غرض نفسانی اور بدظنی* اپنے اندر نہیں رکھتے اور جیسا کہ حق ایمان اور اطاعت کا ہے بجا لاتے ہیں اور تیرے لئے اور تیری راہ میں اپنے دلوں میں جان فدا کر چکے ہیں جن سے تو راضی ہے اور جنکو تو جانتا ہے کہ وہ بکلی تیری محبت میں کھوئے گئے اور تیرے فرستادہ سے وفاداری اور پورے ادب اور انشراحی ایمان کے ساتھ محبت اور جانفشانی کا تعلق رکھتے ہیں۔ آمین یا رب العلمین۔
اور چونکہ اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے ملی ہیں اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا کہ یہ مقبرہ بہشتی ہے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیھا کل رحمۃ۔ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان میں اتاری گئی ہے اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں اسلئے خدا نے میرا دل اپنی وحی خفی سے اس طرف مائل کیا کہ ایسے قبرستان کے لئے ایسے شرائط لگا دئے جائیں کہ وہی لوگ اس میں داخل ہو سکیں جو اپنے صدق اور کامل راستبازی کی وجہ سے ان شرائط کے پابند ہوں سو وہ تین شرطیں ہیں اور سب کو بجا لانا ہوگا۔
(۱) اس قبرستان کی زمین موجودہ بطور چندہ کے میں نے اپنی طرف سے دی ہے لیکن اس احاطہ کی تکمیل کے لئے کسی قدر اور زمین خریدی جائیگی جس کی قیمت اندازاً ہزار روپیہ ہوگی اور اسکے خوشنما کرنیکے لئے کچھ درخت لگائے جائیں گے۔ اور

---

* بدظنی ایک سخت بلا ہے جو ایمان کو ایسی جلدی جلا دیتی ہے جیسا کہ آتش سوزان خس و خاشاک کو اور وہ جو خدا کے مرسلوں پر بدظنی کرتا ہے خدا اس کا خود دشمن ہو جاتا ہے اور اسکی جنگ کے لئے کھڑا ہوتا ہے اور وہ اپنے برگزیدوں کے لئے اسقدر غیرت رکھتا ہے جو کسی میں اسکی نظیر نہیں پائی جاتی میرے پر جب طرح طرح کے حملے ہوئے تو وہی خدا کی غیرت میرے لئے افروختہ ہوئی جیسا کہ اس نے فرمایا۔ انی مع الرسول اقوم والوم من یلوم واعطیک ما یدوم لک درجۃ فی السماء وفی الذین ھم یبصرون۔ ولک نری اٰیات ونھدم ما یعمرون۔ وقالوا اتجعل فیھا من یفسد فیھا قال انی اعلم ما لا تعلمون۔ انی مھین من اراد اھانتک۔ لا تخف انی لا یخاف لدی المرسلون۔ اتی امر اللہ فلا تستعجلوہ بشارۃ تلقاھا النبیون یا احمدی انت مرادی ومعی۔ انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی وانت منی بمنزلۃ لا یعلمھا الخلق۔ وانت وجیہ فی حضرتی اخترتک لنفسی۔ اذا غضبت غضبت وکلما احببت احببت۔ اثرک اللہ علی کل شیء۔ الحمد للہ الذی جعلک المسیح ابن مریم۔ لا یسئل عما یفعل وھم یسئلون۔ وکان وعداً مفعولا۔ یعصمک اللہ من العدا۔ ویسطو بکل من سطا۔ ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون۔ الیس اللہ بکاف عبدہ۔ یا جبال اوبی معہ والطیر۔ کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی وھم من بعد غلبھم سیغلبون۔ ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون۔ ان الذین امنوا ان لھم قدم صدق عند ربھم۔ سلام قولا من رب رحیم۔ وامتازوا الیوم ایھا المجرمون۔
منہ

ایک کنواں لگایا جائیگا اور اس قبرستان کے شمالی طرف بہت پانی ٹھہرا رہتا ہے جو گندگاہ ہے اسلئے وہاں ایک پل طیار کیا جائیگا اور ان متفرق مصارف کے لئے دو ہزار روپیہ درکار ہوگا سو کل تین ہزار روپیہ ہوا جو اس تمام کام کی تکمیل کے لئے خرچ ہوگا سو پہلی شرط یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اس قبرستان مین مدفون ہونا چاہتا ہے وہ اپنی حیثیت کے لحاظ سے ان مصارف کے لئے چندہ داخل کرے اور یہ چندہ محض انہین لوگون سے طلب کیا گیا ہے نہ دوسرون سے۔ بالفعل یہ چندہ اخویم مکرم مولوی نور الدین صاحب کے پاس آنا چاہیئے لیکن اگر خدا تعالیٰ نے چاہا تو یہ سلسلہ ہم سب کی موت کے بعد بھی جاری رہیگا اس صورت مین ایک انجمن چاہیئے کہ ایسی آمدنی کا روپیہ جو وقتاً فوقتاً جمع ہوتا رہیگا اعلاء کلمہ اسلام اور اشاعت توحید مین جس طرح مناسب سمجھین خرچ کرین۔

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ تمام جماعت مین سے اس قبرستان مین وہی مدفون ہوگا جو یہ وصیت کرے جو اسکی موت کے بعد دسوان حصہ اسکے تمام ترکہ کا حسب ہدایت اس سلسلہ کے اشاعت اسلام اور تبلیغ احکام قرآن مین خرچ ہوگا اور ہر ایک صادق کامل الایمان کو اختیار ہوگا کہ اپنی وصیت مین اس سے زیادہ بھی لکھدے لیکن اس سے کم نہین ہوگا اور یہ مالی آمدنی ایک بادیانت اور اہل علم انجمن کے سپرد رہیگی اور وہ باہمی مشورہ سے ترقی اسلام اور اشاعت علم قرآن و کتب دینیہ اور اس سلسلہ کے واعظون کے لئے حسب ہدایت مذکورہ بالا خرچ کرینگے اور خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ اس سلسلہ کو ترقی دیگا اسلئے امید کیجاتی ہے کہ اشاعت اسلام کے لئے ایسے مال بھی بہت اکٹھے ہو جائینگے اور ہر ایک امر جو مصالح اشاعت اسلام مین داخل ہے جس کی تفصیل کرنا قبل از وقت ہے وہ تمام امور ان اموال سے انجام پذیر ہونگے اور جب ایک گروہ جو متکفل اس کام کا ہے فوت ہو جائے گا تو وہ لوگ جو انکے جانشین ہونگے انکا بھی یہی فرض ہوگا کہ ان تمام خدمات کو حسب ہدایت سلسلہ احمدیہ بجا لاوین ان اموال مین سے ان یتیمون اور مسکینون کا بھی حق ہوگا جو کافی طور پر وجوہ معاش نہین رکھتے اور سلسلہ احمدیہ مین داخل ہین اور جائز ہوگا کہ ان اموال کو بطور تجارت کے ترقی دیجائے یہ مت خیال کرو کہ یہ صرف دور از قیاس باتین ہین بلکہ یہ اس قادر کا ارادہ ہے جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے مجھے اس بات کا غم نہین کہ یہ اموال جمع کیونکر ہونگے اور ایسی جماعت کیونکر پیدا ہوگی جو ایمانداری کے جوش سے یہ مردانہ کام دکھلائے بلکہ مجھے یہ فکر ہے کہ ہمارے زمانہ کے بعد وہ لوگ جنکے سپرد ایسے مال کئے جائین وہ کثرت مال کو دیکھکر ٹھوکر نہ کھاوین اور دنیا سے پیار نہ کرین سو مین دعا کرتا ہون کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہین جو خدا کے لئے کام کرین۔ ہان جائز ہوگا کہ جن کا کچھ گذارہ نہ ہو انکو بطور مدد خرچ اس مین سے دیا جائے۔

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ اس قبرستان مین دفن ہونیوالا متقی ہو اور محرمات سے پرہیز کرتا اور کوئی شرک اور بدعت کا کام نہ کرتا ہو سچا اور صاف مسلمان ہو۔

(۴) ہر ایک صالح جسکی کوئی بھی جائداد نہیں اور کوئی مالی خدمت نہیں کر سکتا اگر یہ ثابت ہو کہ وہ دین کے لئے اپنی زندگی وقف رکھتا تھا اور صالح تھا تو وہ اس قبرستان میں دفن ہو سکتا ہے۔

ہدایت

(۱) ہر ایک صاحب جو حسب شرایط مندرجہ بالا کوئی وصیت کرنا چاہیں تو انکی وصیت پر عملدرآمد انکی موت کے بعد ہوگا۔ لیکن وصیت کو لکھکر اس سلسلہ کے امین بغرض تحفظ خدمت کے سپرد کر دینا لازمی امر ہوگا اور ایسا ہی چھاپ کر شایع کرنا بھی کیونکہ موت کے وقت اکثر وصایا کا لکھنا مشکل ہو جاتا ہے اور چونکہ آسمانی نشانوں اور بلاؤں کے دن قریب ہیں اسلئے خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسے وقت میں وصیت لکھنے والا بہت درجہ رکھتا ہے جو امن کی حالت میں وصیت لکھتا ہے اور اس وصیت کے لکھنے میں جس کا مال و انکی مدد دینے والا ہوگا اسکو دوہری ثواب ہوگا اور خیرات جاریہ کے حکم میں ہوگا۔

(۲) ہر ایک صاحب جو کسی دوسری جگہ میں ہوں جو قادیان سے دور اس ملک کے کسی اور حصہ میں ہوں اور وہ اُن شرایط کے پابند ہوں جو درج ہو چکی ہیں تو انکے وارثوں کو چاہیئے کہ انکی موت کے بعد ایک صندوق میں ان کی میت کو رکھکر قادیان میں پہنچا دیں اور اگر اس قبرستان کی تکمیل سے پہلے یعنی پل وغیرہ کی طیاری سے پہلے کوئی صاحب فوت ہو جائیں جو حسب شرایط اس قبرستان میں دفن ہونگے تو چاہیئے کہ بطور امانت صندوق میں رکھکر اپنی جگہ دفن کئے جائیں پھر تمام لوازم کی طیاری کے بعد جو قبرستان کے متعلق ہیں قادیان میں انکی میت لائی جائے لیکن جو صاحب جو بغیر صندوق کے دفن کئے جائیں ان کا قبر میں سے نکالنا مناسب نہ ہوگا ✝

واضح ہو کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ ایسے کامل الایمان ایک ہی جگہ دفن ہوں تا آیندہ کی نسلیں ایک ہی جگہ انکو دیکھکر اپنا ایمان تازہ کریں اور تا انکے کارنامے یعنی جو خدا کے لئے انہوں نے دینی کام کئے ہمیشہ کیلئے قوم پر ظاہر ہوں۔

بالآخر ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کام میں ہر ایک مخلص کو مدد دے اور ایمانی جوش انمیں پیدا کرے اور ان کا خاتمہ بالخیر کرے:۔ آمین۔

مناسب ہے کہ ہر ایک صاحب ہماری جماعت میں سے جنکو یہ تحریر ملے وہ اپنے دوستوں میں اسکو مشتہر کریں اور جہاں تک ممکن ہو۔ اسکی اشاعت کریں اور اپنی آیندہ نسل کے لئے اسکو محفوظ رکھیں اور مخالفوں کو بھی مہذب طریق پر اس سے اطلاع دیں اور ہر ایک بدگوئی پر صبر کریں اور دعا میں لگے رہیں و آخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العلمین

الراقم خاکسار المفتقر الی اللّٰہ الصمد غلام احمد عافاہ اللّٰہ وایّد ۲۰ دسمبر

حاشیہ ✝ کوئی نادان اس قبرستان اور اس انتظام کو بدعت میں داخل نہ سمجھے کیونکہ یہ انتظام حسب وحی الٰہی ہے انسان کا اسمیں دخل نہیں اور کوئی یہ خیال نہ کرے کہ صرف اس قبرستان میں داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ زمین کسی کو بہشتی کر دیگی بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب ہے۔ کہ صرف بہشتی ہی اسمیں دفن کیا جائیگا۔ منہ

الا اے ہشیاری و پاک زاد ۔۔ پئے حرص دنیا مدہ دین بباد
اگر باز باشد ترا گوش ہوش ۔۔ ز گورت ندائے در آید بگوش
ہر آن کو بدنیائے دون مبتلاست ۔۔ گرفتار رنج و عذاب و عناست
سفر کردہ پیش از سفر بسے بار ۔۔ کشیدہ ز دنیا ہمہ رخت و بار
چو کار حیات است کاری نہان ۔۔ ہمان بہ کہ دل بگسلی زین مکان
چو آخر ز دنیا سفر کردن است ۔۔ چو دنیا ازین رہ گذر کردن است
بدین قحبہ بستن دل خود خطاست ۔۔ کہ این دشمن دین و صدق و صفاست
چرا دل نہ بندی بدان گلستان ۔۔ کہ ہرگز رہا ند ز بند گران
عروسی بود نوبت ماتمت

بدین دار فانی دل خود مبند ۔۔ کہ دارد نہان راتش صد گزند
کہ اے طعمہ من بسی زچند روز ۔۔ پے مکر دنیائے دون کم بسوز
بر ست آنکہ بر موت دارد نگاہ ۔۔ برید ز دنیا۔ دو دیدہ براہ
پے دار عقبی کمر بستہ چست ۔۔ رہا کردہ بنیان این خانہ سست
جہنم کزو داد فرقان خبر ۔۔ ہمین حرص دنیا ست مان پدر
چرا عاقلے دل نہ بندد دران ۔۔ کہ ناگہ زند برگی او خزان
چہ حاصل ازین گلستان دو رنگ ۔۔ کہ گاہی بصلحت کشد گہ بجنگ
برد فکر انجام کن اے غوی ۔۔ ز سعدی شنو گر سخن بشنوی
اگر بر نکوئی بود خاتمت

ضمیمہ متعلقہ رسالہ الوصیۃ

رسالہ الوصیۃ کے متعلق چند ضروری امر قابل اشاعت ہیں جو ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

(۱) اول یہ کہ جبتک انجمن کارپرداز مصالح قبرستان اس امر کو شایع نہ کرے کہ قبرستان باعتبار لوازم ضروری کے من کل الوجوہ طیار ہو گیا ہے۔ اسوقت تک جایز نہ ہوگا کہ کوئی میت جس نے رسالہ الوصیۃ کے شرایط کی پابندی کی ہے قبرستان میں دفن کرنیکے لئے لائی جائے پل وغیرہ لوازم ضروریہ کا پہلے طیار ہو جانا ضروری ہوگا اور اس وقت تک میت ایک صندوق میں امانت کے طور پر کسی اور قبرستان میں رکھی جائیگی۔

(۲) ہر ایک صاحب جو رسالہ الوصیۃ کی پابندی کا اقرار کریں ضروری ہوگا کہ وہ ایسا اقرار کم سے کم دو گواہوں کی ثبت شہادت کے ساتھ اپنے زمانہ قائمی ہوش وحواس میں انجمن کے حوالہ کریں اور تصریح سے لکھیں کہ وہ اپنی کل جائداد منقولہ وغیر منقولہ کا دسوان حصہ اشاعت اغراض سلسلہ احمدیہ کے لئے بطور وصیت یا وقف دیتے ہیں اور ضروری ہوگا کہ وہ کم سے کم دو اخباروں میں اسکو شایع کر دیں۔

(۳) انجمن کا یہ فرض ہوگا کہ قانونی اور شرعی طور پر وصیت کردہ مضمون کی نسبت اپنی پوری تسلی کر کے وصیت کنندہ کو ایک سارٹیفکیٹ اپنے دستخط اور مہر کے ساتھ دیدیں اور جب قواعد مذکورہ بالا کی رو سے کوئی میت اس قبرستان میں لائی جائے تو ضروری ہوگا کہ وہ سارٹیفکیٹ انجمن کو دکھلایا جاوے اور انجمن کی

ہدایت اور موقع نمائی سے وہ میت اس موقع میں دفن کی جائے۔ جو انجمن نے اسکے لئے تجویز کیا ہے۔

(۴) اس قبرستان میں بجز کسی خاص صورت کے جو انجمن تجویز کرے نابالغ بچے دفن نہیں ہوں گے کیونکہ وہ بہشتی ہیں (۵) نہ اس قبرستان میں اُس میت کا کوئی دوسرا عزیز دفن ہوگا جب تک وہ اپنے طور پر کل شرائط رسالہ الوصیّۃ پورا نہ کرے

(۵) ہر ایک میت جو قادیان کی زمین میں فوت نہیں ہوئی انکو بجز صندوق قادیان میں لانا نہ ہوگا اور نیز ضروری ہوگا کہ کم سے کم ایک ماہ پہلے اطلاع دیں تا اگر انجمن کو اتفاقی موانع قبرستان کے متعلق پیش آگئے ہوں تو ان کو دور کر کے اجازت دے۔

(۶) اگر کوئی صاحب خدانخواستہ طاعون کی مرض سے فوت ہوں جنہوں نے رسالہ الوصیّۃ کے تمام شرائط پورے کر دیے ہوں اکی نسبت یہ ضروری حکم ہے کہ وہ دو برس تک صندوق میں رکھکر کسی علیحدہ مکان میں امانت کے طور پر دفن کئے جائیں اور دو برس کے بعد ایسے موسم میں لائے جائیں کہ اس فوت ہونیکے مقام اور قادیان میں طاعون نہ ہو۔

(۷) یاد رہے کہ صرف یہ کافی نہ ہوگا کہ جائداد منقولہ اور غیر منقولہ کا دسواں حصہ دیا جائے بلکہ ضروری ہوگا کہ ایسا وصیت کرنیوالا جہاں تک اس کے لئے ممکن ہے پابند احکام اسلام ہو اور تقوی طہارت کے امور میں کوشش کرنیوالا ہو اور مسلمان خدا کو ایک جاننے والا اور اسکے رسول پر سچا ایمان لانیوالا ہو اور نیز حقوق عباد غصب کرنیوالا نہ ہو۔

(۸) اگر کوئی صاحب دسویں حصہ جائیداد کی وصیت کریں اور اتفاقاً ان کی موت ایسی ہو کہ مثلاً کسی دریا میں غرق ہو کر ان کا انتقال ہو یا کسی اور ملک میں وفات پاویں جہاں سے میت کو لانا متعذر ہو تو انکی وصیت قائم رہیگی اور خدا تعالیٰ کے نزدیک ایسا ہی ہوگا کہ گویا وہ اسی قبرستان میں دفن ہوئے ہیں اور جائز ہوگا کہ انکی یادگار میں اسی قبرستان میں ایک کتبہ اینٹ یا پتھر پر لکھ کر نصب کیا جائے اور اسپر یہ واقعات لکھے جائیں۔

(۹) انجمن جس کے ہاتھ میں ایسا روپیہ ہوگا اسکو اختیار نہیں ہوگا کہ بجز اغراض سلسلہ احمدیہ کے کسی اور جگہ وہ روپیہ خرچ کرے اور ان اغراض میں سے سب سے پہلے اشاعت اسلام ہوگی اور جائز ہوگا کہ انجمن باتفاق رائے اس روپیہ کو تجارت کے ذریعہ سے ترقی دے۔

(۱۰) انجمن کے تمام ممبر ایسے ہونگے جو سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوں اور پارسا طبع اور دیانت دار ہوں اور اگر آئندہ کسی کی نسبت یہ محسوس ہوگا کہ وہ پارسا طبع نہیں ہے یا یہ کہ وہ دیانت دار نہیں یا یہ کہ وہ ایک چال باز ہے اور دنیا کی ملونی اپنے اندر رکھتا ہے تو انجمن کا فرض ہوگا کہ بلا توقف ایسے شخص کو اپنی انجمن سے خارج کرے اور اس کی جگہ کوئی اور مقرر کرے۔

(۱۱) اگر وصیتی مال کے متعلق کوئی جھگڑا پیش آوے تو اس جھگڑے کی پیروی میں جو اخراجات ہوں وہ تمام وصیتی مالوں میں سے دئے جائیں گے۔

(۱۲) اگر کوئی شخص وصیت کر کے پھر کسی اپنے ضعف ایمان کی وجہ سے اپنی وصیت سے منکر ہو جائے یا اس سلسلہ سے روگردان ہو جائے تو گو انجمن نے قانونی طور پر اسکے مال پر قبضہ کر لیا ہو پھر بھی جائز نہ ہوگا کہ وہ مال اپنے قبضہ میں رکھے بلکہ وہ تمام مال واپس کرنا ہوگا کیونکہ خدا کسی کے مال کا محتاج نہیں اور خدا کے نزدیک ایسا مال کروہ اور رد کرنے کے لایق ہے۔

(۱۳) چونکہ انجمن خدا کے مقرر کردہ خلیفہ کی جانشین ہے اسلئے اس انجمن کو دنیا داری کے رنگوں سے بکلی پاک رہنا ہوگا اور اسکے تمام معاملات نہایت صاف اور انصاف پر مبنی ہونے چاہئیں۔

(۱۴) جائز ہوگا کہ اس انجمن کی تائید اور نصرت کے لئے دور دراز ملکوں میں اور انجمنیں ہوں جو انکی ہدایت کے تابع ہوں اور جائز ہوگا کہ اگر وہ ایسے ملک میں ہوں کہ وہاں سے میت کو لانا متعذر ہے تو اسی جگہ میت کو دفن کر دیں اور ثواب سے حصہ پانیکی غرض سے ایسا شخص قبل از وفات اپنے مال کے دسویں حصہ کی وصیت کرے اور اس وصیتی مال پر قبضہ کرنا اس انجمن کا کام ہوگا جو اس ملک میں ہے۔ اور بہتر ہوگا کہ وہ روپیہ اسی ملک کے اغراض دینیہ کے لئے خرچ ہو۔ اور جائز ہوگا کہ کوئی ضرورت محسوس کر کے وہ روپیہ اس انجمن کو دیا جاوے جسکا ہیڈ کوارٹر یعنی مرکز مقامی قادیان ہوگا۔

(۱۵) یہ ضروری ہوگا کہ مقام اس انجمن کا ہمیشہ قادیان رہے کیونکہ خدا نے اس مقام کو برکت دی ہے اور جائز ہوگا کہ وہ آئندہ ضرورتیں محسوس کر کے اس کام کے لئے کوئی کافی مکان طیار کریں۔

(۱۶) انجمن میں کم سے کم دو ممبر ایسے چاہئیں جو علم قرآن اور حدیث سے بخوبی واقف ہوں اور تحصیل علم عربی رکھتے ہوں اور سلسلہ احمدیہ کی کتابوں کو یاد رکھتے ہوں۔

(۱۷) اگر خدانخواستہ کوئی ایسا شخص جو رسالہ الوصیۃ کی رو سے وصیت کرتا ہے مجذوم ہو جسکی جسمانی حالت اس لایق نہ ہو جو وہ اس قبرستان میں لایا جائے تو ایسا شخص حسب مصالح ظاہری مناسب نہیں ہے کہ اس قبرستان میں لایا جائے لیکن اگر اپنی وصیت پر قایم ہوگا تو اسکو وہی درجہ ملیگا جیسا کہ دفن ہونیوالے کو۔

(۱۸) اگر کوئی کچھ بھی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ نہ رکھتا ہو اور با این ہمہ ثابت ہو کہ وہ ایک صالح درویش ہے اور متقی اور خالص مومن ہے اور کوئی حصہ نفاق یا دنیا پرستی یا قصور اطاعت کا اسکے اندر نہ ہو تو وہ بھی میری اجازت سے یا میرے بعد انجمن کی اتفاق رائے سے اس مقبرہ میں دفن ہو سکتا ہے۔

(۱۹) اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کی خاص وحی سے رد کیا جائے تو گو وصیتی مال بھی پیش کرے تاہم اس قبرستان میں داخل نہیں ہوگا

(۲۰) میری نسبت اور میرے اہل و عیال کی نسبت خدا نے استثنا رکھا ہے باقی ہر ایک مرد ہو یا عورت انکو ان شرائط کی پابندی لازم ہوگی اور شکایت کرنیوالا منافق ہوگا۔

یہ وہ شرائط ضروریہ ہیں جو اوپر لکھی گئیں آئندہ اس مقبرہ بہشتی میں وہ دفن کیا جائیگا جو ان شرائط کو پورا کریگا۔ ممکن ہے کہ بعض آدمی جن پر بدگمانی کا مادہ غالب ہو وہ ہمیں اس کارروائی میں اغراضوں کا نشانہ بناویں اور اس انتظام کو اغراض نفسانیہ پر مبنی سمجھیں یا اسکو بدعت قرار دیں لیکن یاد رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ بلاشبہ اسنے ارادہ کیا ہے کہ اس انتظام سے منافق اور مومن میں تمیز کرے اور ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ جو لوگ جو اس الٰہی انتظام پر اطلاع پاکر بلاتوقف اس فکر میں پڑتے ہیں کہ دسواں حصہ کل جائداد کا خدا کی راہ میں دیں بلکہ اس سے بھی زیادہ اپنا جوش دکھلاتے ہیں وہ اپنی ایمانداری پر مہر لگا دیتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ الٓمّٓ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنۡ یُّتۡرَکُوۡۤا اَنۡ یَّقُوۡلُوۡۤا اٰمَنَّا وَ ہُمۡ لَا یُفۡتَنُوۡنَ۔ کیا لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ میں اسی قدر پر راضی ہو جاؤں کہ وہ کہدیں کہ ہم ایمان لائے اور ابھی انکا امتحان نہ کیا جائے۔ اور یہ امتحان تو کچھ بھی چیز نہیں صحابہ رضی اللہ عنہم کا امتحان جانوں کے مطالبہ پر کیا گیا۔ اور انہوں نے اپنے سر خدا کی راہ میں دئے پھر ایسا گمان کہ کیوں یونہی عام اجازت ہر ایک کو نہ دیجائے کہ وہ اس قبرستان میں دفن کیا جائے کسقدر دور از حقیقت ہے اگر یہی روا ہو تو خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں امتحان کی کیوں بنا ڈالی وہ ہر ایک زمانہ میں چاہتا رہا ہے کہ خبیث اور طیب میں فرق کر کے دکھلاوے اسلئے اب بھی ایسا ہی کیا خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بعض خفیف خفیف امتحان بھی رکھے ہوئے تھے جیسا کہ یہ بھی دستور تھا کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی قسم کا مشورہ نہ لے جب تک پہلے نذرانہ داخل نہ کرے پس اسمیں بھی منافقوں کے لئے ابتلا تھا ہم خود محسوس کرتے ہیں کہ اسوقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے دوسرے لوگوں سے ممتاز ہو جائینگے اور ثابت ہو جائے گا کہ بیعت کا اقرار انہوں نے سچا کر کے دکھلا دیا اور اپنا صدق ظاہر کر دیا بیشک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گذریگا۔ اور اس سے انکی پردہ دری ہوگی اور بعد موت وہ مرد ہوں یا عورت اس قبرستان میں ہرگز دفن نہیں ہو سکیں گے فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَہُمُ اللّٰہُ مَرَضًا۔ لیکن اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں میں شمار کئے جائینگے اور ابد تک خدا کی ان پر رحمتیں ہونگی۔

بالآخر یہ بھی یاد رہے کہ بلاؤں کے دن نزدیک ہیں اور ایک سخت زلزلہ جو زمین کو تہ و بالا کر دیگا قریب ہے پس وہ جو معائنہ عذاب سے پہلے اپنا تارک الدنیا ہونا ثابت کرینگے اور نیز یہ بھی ثابت کرینگے کہ کسطرح انہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی خدا کے نزدیک حقیقی مومن وہی ہیں اور اسکے دفتر میں سابقین اولین لکھے جائینگے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ زمانہ قریب ہے کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت کر کے اس حکم کو ٹال دیا ہے۔ وہ عذاب کے وقت آہ مار کر کہیگا

کہ کاش میں تمام جایداد کیا منقولہ اور غیر منقولہ خدا کی راہ میں دیدیتا اور اس عذاب سے بچ جاتا۔ یاد رکھو کہ اس عذاب کے معائنہ کے بعد ایمان بے سود ہوگا اور صدقہ خیرات محض عبث دیکھو! میں بہت قریب عذاب کی تمہیں اطلاع دیتا ہوں اپنے لئے وہ زاد جلد تر جمع کرو کہ کام آوے میں یہ نہیں چاہتا کہ تم سے کوئی مال لوں اور اپنے قبضہ میں کر لوں بلکہ تم اشاعت دین کے لئے ایک انجمن کے حوالہ اپنا مال کروگے اور بہشتی زندگی پاؤگے بہتیرے ایسے ہیں کہ وہ دنیا کی محبت کر کے میرے حکم کو ٹال دینگے مگر بہت جلد دنیا سے جدا کئے جائینگے تب آخری وقت میں کہیں گے ھذا ما وعد الرحمٰن وصدق المرسلون والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

الراقم خاکسار میرزا غلام احمدؐ خدا تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود ۶ر جنوری ۱۹۰۶ء

ہندوستان میں عیسائی مذہب کی ناکامی کی وجہ

یہ سوال کہ ہندوستان میں کیوں عیسائی مذہب ناکام ہوا ہے۔ ایک انگریز نے مجھ سے پوچھا ہے عیسائی صاحبان میں ایک تو وہ گروہ ہے جو سمجھ چکا ہے کہ پادریوں کی تمام کوششیں ہند میں عبث ہیں مگر جنکا ساتھ ہی یہ خیال بھی ہے کہ عیسائی مذہب دوسرے مذاہب سے عمدہ ہے اور اسلئے وہ اس ناکامی کے راز کو سمجھنے کے قابل نہ آپ کو نہیں پاتے مگر ایک دوسرا گروہ عیسائیوں کا وہ ہے جنکے نزدیک عیسائی مذہب کی طرف ناکامی منسوب کرنا سخت گناہ ہے اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہندوستان میں جو نئے فرقے آئے دن پیدا ہوتے ہیں جیسے برہمو سماج یا آریہ سماج وغیرہ یہ سب عیسائیت کی تعلیم کا اثر ہی ہے۔ اور یہ سب سماج آخر کار عیسائی مذہب کا شکار ہوں گے نئے عیسائیوں کی تعداد کی کمی انکے نزدیک ناکامی کی کوئی دلیل نہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ عیسائی مذہب پردہ ایک ایسا اثر ہندوستان پر ڈال رہا ہے جو آہستہ آہستہ اسکو اس مذہب کے قبول کرنے کے لئے تیار کر رہا ہے ایک بارہ یا چودہ سال کے بچے کی کہانی جو بائبل کو پڑھکر خوش ہوا خواہ اسکی سمجھ ابھی اہم ہی سوالات پر غور کرنیکے کیسی ہی ناقابل کیوں نہ ہو سمندر پار اس رنگ میں پہنچتی ہے کہ کل کا کل ہندوستان مسیح کے قدموں پر سر رکھنے کے لئے تیار ہو گیا ہے اور یوں ان لوگوں کی تسلی ہو جاتی ہے جنکی جیبوں سے پیسے نکلکر پادری صاحبان کا گذارہ ہوتا ہے پس اصل سوال پر غور کرنے سے پہلے یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس دوسرے گروہ کے خیالات کا بھی موازنہ کیا جاوے

اس امر واقعی سے کوئی پادری انکار نہیں کر سکتا کہ جو وسائل عیسائی مذہب کی اشاعت کے واسطے موجود ہیں کسی دوسرے مذہب کو حاصل نہیں جہاں ذرا سا بھی موقع کسی کو عیسائی ہونیکا ہوتا ہے پرجوش پادریوں کی فوج بیحساب روپیہ پانی کی طرح بہانے کو تیار ہوتی ہے قحط زدہ علاقوں اور ہندوستان کی ادنیٰ اقوام میں عیسائیت کی زیادہ اشاعت ہی خود اس امر کی دلیل ہے کہ کن حالات میں مذہب کو فروغ ہوتا ہے بلکہ اگر نومرید عیسائیوں کی تعداد جو نقشجات میں

دکھلائی جاتی ہین جنسے مذکورہ بالا ہر دو قسم کے اشخاص نکال دئے جاوین تو امید ہے کہ انگریز بہت جلد پادریون کو کسی دیگر مفید کام کے واسطے ولایت بلا لیوین اس لیے یہ نہ سمجھا جاوے کہ ہندو یا مسلمانون مین سے کوئی عیسائی ہوا ہی نہین لیکن یہ بالکل سچ ہے کہ اگر اس تعداد کو خارج کر دیا جاوے جو افلاس کے باعث داخل ہوئے ہین تو جو کامیابی بلحاظ زور و طاقت کے جو اس کام مین خرچ کیا گیا ہے ہونی چاہیے تھی مطلق نہین ہوئی اگر اُن ذرائع پر نظر ڈالی جاوے جو اشاعت عیسائیت کے واسطے اختیار کئے گئے ہین تو اور بھی مایوسی ہوتی ہے سولھوین صدی سے لیکر جبکہ کیتھولک مشن اوّل ہی اوّل اس ملک مین قایم ہوئے اب تک برابر مشنون کے قایم کرنیکا سلسلہ جاری رہا ہے پراٹسٹنٹ مشنین اوائل اٹھارہوین صدی مین قایم ہوئین لیکن اس چار صدی مین پادریون کی کوشش کا نتیجہ ایک عیسائی گورنمنٹ کے زیر سایہ صرف قریباً تئیس لاکھ دیسی عیسائی آبادی ہے پچھلے دس سالون مین عیسائی آبادی مین پیدایش و نو داخل شدہ تعداد ملا کر چھ لاکھ انتالیس ہزار کی ابزادی ہوئی ہے حالانکہ اس عرصہ مین اہل اسلام کی تعداد مین باوجود نہ ہونے کسی مشنری کوشش کے پچاس لاکھ کی بیشی ہوئی ہے جو نہ صرف اسی وجہ سے ہو سکتی ہے کہ پیدائش کی تعداد اموات سے زیادہ ہوئی ہو کیونکہ اسی عرصہ مین پلیگ نے ملک مین ایسی تباہی ڈالی ہے کہ ہندوستان کی تمام آبادی مین صرف ستر لاکھ کی بیشی ہوئی جسمین سے ۶۷ فیصدی اسلام کی وجہ سے ہے اور ۳۳ فیصدی باقی تمام مذاہب کے باعث پس اس سے صاف نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اہل اسلام کی بیشی کی وجہ صرف نو مسلمون کی تعداد ہے تیس فیصدی کی بیشی جو گذشتہ مردم شماری سے بعد عیسائیت مین ہوئی ہے وہ بمقابلہ بیشی نو مسلمونکی پادریون کی کوشش اور خرچ کثیر کو مدنظر رکھکر بالکل کم ہے غرضیکہ جہان اسلام اور عیسائیت کی دعوت پہلو بہ پہلو ہوئی ہے اسلام مین باوجود مالی حالت کی تنگی کے عیسائیت کی نسبت بیحد ترقی ہوئی ہے اب مین ان دلائل پر غور کرتا ہون جو پادریوں کی نظر مین اس امر کا ایک قطعی ثبوت ہین کہ ہندوستان عیسائیت کے قریب آ رہا ہے اور ایکدن یسوع کی خدائی کو تسلیم کریگا ایمین سے ایک تو یہ ہے کہ یسوع کے نام کی ہندوستان مین عزت کی جاتی ہے اور اسی کو عیسائیت کے قریب آنا خیال کیا جاتا ہے مگر ایسا خیال کرنا زا دھوکا ہے کیونکہ ہیں کہ دنیا اس سے زیادہ مسلمان حضرت عیسیٰ کو خدا کا سچا نبی جانکر اسکی تعظیم کرتے ہین تو کیا اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہین کہ بہ نسبت دیگر اقوام کے وہ عیسائیت کے زیادہ قریب ہوگئے ہین بلکہ برعکس اسکے عیسائیت کے غلط اعتقادات سے کوئی قوم اتنی دور نہین ہے اور سطح دنیا پر کوئی شخص اس مذہب کے اختراعات قبول کرنیسے اتنا بچا ہوا نہین ہے اسلیے حضرت عیسیٰ کے نام کی تعظیم کرنیسے عیسائیت کا میلان نہین پایا جاتا۔ بلکہ ایسی تعلیم تثلیث و کفارہ کے غلط اعتقادات کی سخت مخالفت اور تحقیر کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے بلکہ جو شخص حضرت عیسیٰ کی نسبت ان خوبیون کا پکا اعتقاد کرے جو مسلمان اسکی نسبت بحیثیت ایک انسان اور خدا کا نبی ہونیکے تسلیم کرتے ہین وہ اس غلطی کے حملون سے پورا محفوظ ہو جاتا ہے جسکی یسوع کے نام سے منادی کی جاتی ہے اگر حضرت عیسیٰ کے نام کی تعظیم کرنیسے عیسائیت کے قریب آجانا سمجھا جا سکتا ہے تو عیسائیون کو پادریون کے واسطے ایک کوڑی تک بھی خرچ کرنیکی

کوئی ضرورت نہین ہے اب سوال یہ ہے کہ یہ غلط فہمی کسطرح پیدا ہوئی ہے اصل مین اسکی بنا عیسائی پادریون کی ہی تنگدلی پر ہے ان کو اسبات کی نہ صرف تلقین بلکہ شروع سے ترغیب کی جاتی ہے۔ کہ عیسائیت کے سوا باقی تمام مذاہب سے نفرت کرین اور یسوع مسیح کے سوا باقی تمام پیشوایان مذاہب کی تحقیر اور اہانت کرین اس تنگدلی کے خاص نشان کے ساتھ وہ دنیا مین بھیجے جاتے مین کہ یسوع کی انجیل کا غیر عیسائی لوگون مین وعظ کرین مگر ان بیچارون کو انگلستان یا امریکہ کے دینی مدارس مین تو تعلیم نہین ملی ہوتی نہ ان کی ایسی جگہ پرورش ہوئی ہوتی ہے جہان عیسائیت کی تنگدلی کا اثر پھیلا ہوا ہو اسلئے یہ انکے مذہب کا کوئی جزو نہین کہ پاک لوگون کی تحقیر اور اہانت کرین یہی وجہ ہے کہ کوئی لفظ تعریف کا جو یسوع کے حق مین بولا جاوے تو ایک پرشوق پادری غلط فہمی سے اسکو عیسائیت کی طرف جھکنا تصور کرتا ہے اس سوال کا ایک اور پہلو بھی ہے۔ وہ یہ کہ عیسائیت جیسا کہ ہم جانتے ہین ہندوستان مین حکام کا مذہب ہے پس اگرچہ عیسائی پادریون کو گورنمنٹ کی مذہبی معاملات مین عدم مداخلت کی پالیسی بہت ہی ناگوار گذرتی ہے کیونکہ اسکی عدم موجودگی سے عیسائیت کی اشاعت کے واسطے ہندوستان مین بڑی بھاری تحریک ہوتی تاہم اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ اسلئے کہ حکام کا قومی مذہب ہونیکی وجہ سے رعایا کے دلون پر اسکا ایک مخفی اثر ہوتا ہے۔ ایک مشرقی ضرب المثل ہے کہ "الناس علیٰ دین ملوکہم" یعنی لوگ اپنے حکام کا مذہب اختیار کر لیتے ہین بلکہ یہ مطلب ہے کہ اس بارہ مین انکے لئے بڑی ترغیب ہوتی ہے۔ اور حکام کے مذہب کو اچھی نظر سے دیکھتے ہین اور انکی اوضاع و اطوار کی تقلید مین انکو فائدہ معلوم ہوتا ہے اس سے انکار نہین ہوسکتا کہ عیسائیت نے ہندوستان پر کوئی نہ کوئی اثر ڈالا ہے۔ لیکن جو فائدہ اس سے حاصل ہوا ہے اس سے بڑھکر خرابی پیدا ہوئی ہے جہان ایک طرف سکول کالج و شفاخانے قائم کر کے اسنے فائدہ پہنچایا ہے (اگرچہ اسکی نیکنامی پر یہ بھی ایک دھبا ہے کہ یہ چیزین ہمدردی انسانی کی غرض سے قائم نہین کین بلکہ محض عیسائیت کی غلطیان پھیلانے کی نیت سے۔ اور فائدہ تو صرف اتفاقی طور پر ہو گیا) دوسری طرف علاوہ بہت سے غلط اعتقادات کے شرابخواری اور قماربازی جیسی خرابیان بھی پھیلائی ہین اور اگر مثلاً عیسائی مذہب نے تعلیم پھیلائی ہے تو اس تعلیم کے ساتھ دہریت کو بھی بہت فروغ دیا ہے اور بجائے دینی فائدہ پہنچانیکے اور بھی زیادہ مردار دنیا پر لوگون کو جھکا دیا ہے مین نہین تسلیم کرتا کہ یہ تاثیرات ہندوستان کو عیسائیت کے قبول کرنے پر آمادہ کر رہی ہین کیونکہ اگرچہ انسان بدی پر کیسا ہی مائل کیون نہ ہو تاہم انجام کار صداقت اور نیکی ہی غالب آئیگی مذہب جو کسی قوم کی زندگی پر پاک اثر ڈال سکتا ہے۔ تو روحانی طاقت کے بدولت ہی ڈال سکتا ہے۔ اور یہ روحانی طاقت یعنی وہ طاقت جو انسان کو راستباز بنادیوے آج ملک ہند مین عیسائیون مین ایسی ہی مفقود ہے جیسی کہ ملک عرب مین چھٹی صدی عیسوی مین مفقود تھی کہا جاتا ہے کہ عیسائیت نے ہندوستان

ہین مذہبی احساس پیدا کیا ہے لیکن مذہبی تحریرات پر جو اثر اسنے ڈالا ہے وہ بہت ہی قابل افسوس ہی جسوقت سے عیسائیون نے اس ملک مین قدم رکھا ہے انکے مباحثات ایسے الفاظ مین لکھے ہوئے ہین جنسے مہذب تحریر پاک رہنی چاہیے عیسائیت کے اس برے نمونہ کی آریہ سماج نے بھی تقلید کی ہے اور کہا جاسکتا ہے کہ کم از کم ان معنون مین آریہ سماج نے عیسائیت کے اثر کو قبول کیا ہے۔

کیون ہندوستان کے لوگ عیسائی مذہب قبول نہین کرتے؟ یہ ایک عجیب سوال ہے اصل مین سوال یہ ہونا چاہیے کہ کیون وہ اس مذہب کو قبول کرتے ہین جسقدر فی الواقع کرتے ہین اور اسکا جواب یہ ہے کہ آرام کی زندگی جو بہت سے عیسائی گذارتے ہین اور یہ اعتقاد کہ انسان صرف یسوع کو خدا مان لینے۔ سے گناہون سے پاک ہو جاتا ہے اور کہ وہ ہماری خاطر صلیب پر لعنتی موت مرا۔ یہ باتین ایک آرام طلب آدمی کے واسطے بڑی زور آور تحریکین ہین کیونکہ عیسائیت کا یہ پیغام نہین ہے کہ آدمی کو بدی سے بچنا چاہئے اور نیک کام کرنے چاہئین بلکہ اس کی یہ تعلیم ہے کہ اسکو کفارہ کا یقین کرنا چاہیے یعنی یہ کہ اسکے گناہ یسوع نے اٹھائے عیسائی مذہب عوام کے سامنے ایک بیفکری کی زندگی پیش کرتا ہے اور یہی وجہ عیسائیت کی اس ترقی کی ہے جسپر پادری صاحبان کو بڑا ناز ہے اسکے علاوہ عیسائیت کی فروغ کی دو اور وجوہات ہین جنکی طرف مینے پہلے اشارہ کیا ہے ایک ان مین سے قحط ہے جو بات پادری صاحبان کو وعظ سے میسر نہین آتی وہ روٹی سے مل جاتی ہے یعنی ہزارہا بچے جب فاقہ سے مرنے لگتے ہین تو پھر انکو مذہب کی کیا پرواہ ہوتی ہے ایسے وقت مین پادری صاحبان نہایت چستی سے نومریدین کی تعداد بڑھانے مین مصروف ہوتے ہین گویا جب ملک مین قحط پڑتا ہے تو پادری صاحبان کو عمدہ فصل کی امید ہوتی ہے ہیچ ذاتون جیسے پاریا اور خاکروبون مین بھی مسیحی مذہب کو بہت کچھ کامیابی حاصل ہوتی ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ ادنی درجہ کی قومون کو ہندوؤن کے اندر حقارت کی نظر سے دیکھا گیا ہے اور یہان تک حقیر انکو سمجھا گیا ہی کہ ان بیچارون کی یہ خواہش ہی مرچکی ہے کہ وہ بھی سوسائٹی کے معزز ممبر بن سکین یا کہلائین اب خوش قسمتی سے ان لوگون کو عیسائی مذہب کے قبول کرنیکی وہ راہ مل گئی ہے جس سے وہ ایک نسل مین نہین تو دوسری نسل مین اعلے قومون کے مساوی ہو جاتے ہین اور وہ ذلت جو انکے خون کا جزو ہو گئی تھی ان سے دور ہو جاتی ہے اس سے بڑھکر زبردست تحریک عیسائیت کے قبول کرنے کی ان لوگون کے لئے اور کیا ہو سکتی ہے کہ ذلیل سے ذلیل حالت سے نکل کر وہ معزز عہدہ دار بن سکتے ہین اسمین شک نہین کہ یسوع کے خون اور صلیب کی طاقت کو جسقدر ان ادنیٰ اقوام نے محسوس کیا ہے اور کسی نے نہین کیا اور جس قدر فروغ عیسائی مذہب کو اس ایک ذریعہ سے ہوا ہے کسی اور ذریعے سے نہین ہوا۔

پھر یہ سوال کہ کیون ہندوستان کے لوگ عیسائی مذہب کو قبول نہین کرتے۔ صرف یہ فرض کر کے پوچھا جاتا

ہے کہ عیسائی مذہب ان تمام مذاہب سے افضل ہے جنکے سامنے یہ پیش کیا جاتا ہے حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے ہندوستان کے بڑے مذہب ہندو مذہب اور اسلام ہیں اور ان سے اتر کر بدھ مذہب ہے کہ جسکی اخلاقی تعلیم عیسائی مذہب کی اخلاقی تعلیم سے بہت ملتی جلتی ہے اور کسی طرح سے اس سے کم درجہ پر نہیں بلکہ کفارہ کا بیہودہ عقیدہ نہ ہونے کی وجہ سے بدھ مذہب کی تعلیم زیادہ معقول نظر آتی ہے ہاں ناقابل عملدرآمد ہونے میں دونوں یکساں ہیں پس بدھ مذہب والے کس بات کے لئے اپنے مذہب کو چھوڑ کر عیسائیت کی طرف رجوع کریں اسقدر میں تسلیم کرتا ہوں کہ عیسائی مذہب ہندوستان کے سب سے ادنے مذہب پر فوقیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ خود ان ادنیٰ مذاہب والی اقوام کے عیسائی مذہب میں بکثرت داخل ہونے سے ثابت بھی ہوتا ہے خواہ اسکی بنا کسی دنیوی غرض اور لالچ پر ہی ہو لیکن میں اسبات کے ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اپنے مذہبی عقاید میں عیسائی مذہب ہندو مذہب پر کچھ فوقیت رکھتا ہے مانا کہ ہندو بت پرست ہیں مگر وہ اپنے بتوں کو واقعی اور حقیقی طور پر خداوند جہان خالق ارض و سما نہیں سمجھتے حالانکہ عیسائی ایک کمزور انسان کو صرف شفیع اور مظہر الوہیت ہی نہیں مانتے ہیں بلکہ واقعی طور پر اسے خداوند زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا سمجھتے ہیں پس کیونکر بت پرستی عیسیٰ پرستی سے ادنے مذہب قرار دیا جائے بلکہ بت پرستی میں جو کچھ فرق بتوں اور اللہ تعالیٰ میں رکھا گیا تھا۔ عیسائیوں نے مسیح کو بت بناتے وقت اس فرق کو بھی بالائے طاق رکھدیا یہی دلیل عرب کے بت پرستوں نے اسوقت دی تھی جب عیسائی مذہب ان کے سامنے پیش کیا گیا جیسا کہ قرآن شریف کی اس آیت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ءالھتنا خیر ام ھو (الزخرف آیت ۵۸ پ ۲۵) یعنی کفار نے کہا کہ کیا ہمارے معبود اچھے ہیں یا یسوع جسکو عیسائی معبود بناتے ہیں وہ اچھا ہے گویا مطلب ان کا یہ تھا کہ عیسائی مذہب کے بت سے تو ہمارے بت ہی اچھے ہیں یہی وجہ تھی کہ عیسائی مذہب عرب میں کامیاب نہ ہوسکا اور یہی وجہ اسکی ہند میں ناکامی کی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق جو کچھ ہندو مذہب بیان کرتا ہے عیسائی مذہب اس سے بڑھکر کوئی بات بیان نہیں کرتا باقی رہا آریہ سماج سو اگرچہ اس نے بھی اللہ تعالیٰ کو کمزور قرار دے کر اسے خالق مادہ و ارواح نہیں سمجھا مگر ایک کمزور انسان کو جو عورت کے پیٹ سے پیدا ہو خدا قرار دینا یقیناً آریہ سماج کے عقیدہ سے جو وہ خدا کے متعلق رکھتے ہیں بہت گرا ہوا عقیدہ ہے اصل بات یہ ہے کہ آخر کار وہی مذہب سب مذاہب پر غالب آسکیگا جسکی تعلیم اللہ تعالیٰ کے متعلق اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی اور پاکیزہ سے پاکیزہ ہو اور اگر چند روز کے لئے کسی مصنوعی معبود والے مذہب کی ترقی بھی نظر آئے تو اس سے یہ دھوکا نہیں کھانا چاہئے کہ انجام کار وہی مذہب (جو مذہب نہیں بلکہ توہم پرستی ہے) کل دنیا کا مذہب ہوجائیگا اسی لئے میں یقین رکھتا ہوں۔

اسلام ہی وہ مذہب ہے جو آخر کار کل دنیا کا فائق مذہب ہوگا کیونکہ جو پاکیزہ تعلیم اللہ تعالیٰ کے متعلق اسلام نے دی ہے وہ دوسرے کسی مذہب میں نہیں پائی جاتی کسی نے بتوں کو خدا مانا۔ کسی نے انسان کو کسی نے یہی کیا کہ خدا کو انسان کی طرح کمزور سمجھکر نیستی سے ہستی کرنے پر قادر نہ سمجھا مگر اسلام ان سب نقصوں سے پاک اور بری ہے۔ اور سب سے بڑھکر یہ کہ اسلام ایک زندہ خدا کو پیش کرتا ہے۔

مگر وہ بات جس پر عیسائی مذہب نے ہمیشہ سے بہت ناز کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ طریق نجات یہ مذہب پیش کرتا ہے۔ وہ دوسرے کسی مذہب میں نہیں پایا جاتا اور وہ ایک بہت آسان راہ ہے لیکن ہندو مذہب نے عیسائیت کے اس بیہودہ فخر کو بھی توڑ دیا ہے۔ کیونکہ ہندوؤں میں سبیل نجات عیسائیوں سے بہت کچھ ملتا ہے بلکہ عیسائیوں نے کسی ایسی ہی بت پرست قوم سے یہ عقیدہ لیا ہے۔ جیسا ایک عیسائی کے نزدیک یسوع خدا ہے۔ ہندو کرشن کو خدا سمجھتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ یسوع کے خون کی طرح یہاں کرشن کا خون گناہوں سے پاک کرنیکا ذریعہ نہیں مگر اس بارے میں ہندو بہت اچھے رہے کیونکہ کلوری کے پہاڑ پر جو دو چار قطرے خون کے گرے ہونگے ان سے بہر حال گنگا کا اشنان اچھا ہے کیونکہ اس سے کم از کم جسم تو صاف ہو جاتا ہے۔ مگر کفارہ جسم کو ہی پاک کر سکتا ہے اور نہ ہی روح کو اب غور طلب امر یہ ہے کہ جس صورت میں عیسائی صاحبان اس بات کو تسلیم کرتے ہیں۔ کہ خدا انسان کی صورت میں زمین پر آسکتا ہے تو پھر وہ کرشن کے خدا ہونے پر کیا اعتراض کر سکتے ہیں اور جس صورت میں ان کے نزدیک چند قطرے خون کے جو انیس سو سال ہوئے کسی انسان کے جسم سے نکلے تھے اس زمانہ میں چالیس کروڑ انسان کو گناہوں سے پاک کر سکتے ہیں تو سولہ میل لمبے ایک عظیم الشان صاف پانی کے دریا میں نہانے سے گناہوں کے جاتے رہنے کو وہ کیونکر غلط کہہ سکتے ہیں۔ اعتراض تو ہندوؤں کے ان دونوں عقیدوں پر وہ کرے جو خود کوئی بہتر عقیدہ رکھتا ہو مگر جب دونوں قوموں کے عقیدوں کی ایک سی ہی توہم پرستی اور جہالت پر بنیاد ہے تو ایک کو دوسرے کے مذہب میں جانیسے کیا فائدہ حاصل ہو سکتا ہے دونوں کے ان عقاید پر جمے رہنے کی وجہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ انہوں نے اپنے باپ دادوں کو انہیں عقاید پر پایا اور یہی وجہ تبدیلی مذہب کی مانع ہے پس ہندو پہلے یسوع کی الوہیت اور یسوع کے خون کے ذریعہ گناہوں سے پاک ہو جانے کے عقاید کچھ اثر نہیں رکھتے کیونکہ اس کا اپنا خدا مسیح کی طرح کرشن کے وجود میں موجود ہے اور گناہوں سے پاک ہو جانے کے لئے دریائے گنگا کافی ہے اور اصل بات یہ ہے کہ اگر اس بات کو تسلیم کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ عادت ہے کہ وہ انسان کا جسم اختیار کر کے دنیا میں آیا کرتا ہے۔ تو پھر

یسوع کو کوئی امتیاز نہیں بلکہ جس قدر قوموں نے الگ الگ خدا بنا رکھے ہیں وہ سب سچے ہو سکتے ہیں کیونکہ خدا کی سنت کسی قوم سے مخصوص نہیں جیسا کہ اس نے اپنے انبیاء دنیا کی ساری قوموں میں بھیجے ایسا ہی یہ بھی اگر ممکن تھا تو ضروری تھا کہ وہ خود انسانی جامہ پہنکر مختلف قوموں اور مختلف زمانوں میں ظاہر ہوتا رہتا اور اگر ہندوؤں اور عیسائیوں کی واقعی اخلاقی حالتوں کا مقابلہ کیا جائے تو شراب خواری میں کمتر مبتلا ہونے میں ہندوؤں کو ترجیح دینی پڑیگی۔ مگر باقی کئی اخلاقی حالتوں میں وہ دونوں قومیں ایک سی ہی گری ہوئی ہیں۔

یہاں میں اس اعتراض کو بھی دور کرنا چاہتا ہوں۔ جو کہا جاتا ہے۔ کہ اگر کفارہ سے گناہ کا استیصال نہیں ہوا تو پھر اسلامی عقیدے سے بھی تو نہیں ہوا۔ یہ مقابلہ سراسر دھوکہ دہی ہے اسلام عیسائی مذہب کی طرح یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ تم فلاں بات پر ایمان لے آؤ اور تمہارے گناہ خود بخود دور ہو جاوینگے یا یہ کہ کسی شخص کے مرنے یا جی اٹھنے سے دنیا کے گناہ جاتے رہے بلکہ ایسے عقیدوں کی بیخ کنی کرکے اسلام وہ راہ بتاتا ہے جسپر چل کر انسان گناہ سے نجات پا سکتا ہے اب دونوں صورتوں میں فرق یہ ہے کہ کفارہ کا عقیدہ رکھکر کروڑوں انسان گناہوں کی نجاست میں سرتا پا غرق ہو رہے ہیں مگر اسلام کی بتائی ہوئی راہ پر چل کر کوئی شخص گناہوں میں مبتلا نہیں رہ سکتا پس اگر مسلمانوں میں بھی گناہوں کا ارتکاب پایا جاتا ہے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ اسلام کے بتائے ہوئے راہ میں کوئی نقص ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ اس راہ پر چلتے نہیں حالانکہ عیسائی مذہب کے بتائے ہوئے علاج کو اختیار کرکے یعنی کفارہ پر ایمان لاکر بھی کروڑ درکروڑ مخلوق گناہوں میں غرق ہو رہی ہے مگر اس کے علاوہ ایک اور فرق یہ ہے کہ اسلام ہمارے سامنے ایک عظیم الشان جماعت کے نمونہ کو پیش کرتا ہے جس نے قرآن شریف کی تعلیم پر چل کر پاکیزگی کا وہ نمونہ دکھایا جو دنیا کی کسی دوسری جماعت میں نہیں پایا جاتا یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم کی جماعت پھر اسکے بعد بھی ہم دیکھتے ہیں۔ کہ مسلمانوں میں بہت سی بدیاں جو اخلاق اور روحانیت کے لئے تباہ کن ہیں بہت کم پائی جاتی ہیں جیسے شرابخوری۔ قمار بازی۔ زناکاری۔ یا یوں کہنا چاہیئے۔ کہ

بمقابلہ عیسائی اقوام کے یہ برہان مسلمانوں مین پائی ہی نہین جاتین ۔ پس جس پہلو سے غور کیا جاوے یہی ثابت ہوگا کہ اسلام کے سوا دوسرا کوئی مذہب نہ خدا تک ہی پہنچاتا ہے اور نہ حقیقی پاکیزگی کی راہ ہی سکھاتا ہے ۔

اسلام وہ دوسرا مذہب ہے جس کا مقابلہ ہندوستان مین عیسائیت کو کرنا پڑا ہے مگر جس صورت مین عیسائی مذہب ہندو مذہب پر بھی کوئی فضیلت اپنی ثابت نہین کر سکتا ۔ تو اسلام سے ناقص ہونا اس کا خود ظاہر ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے متعلق جو پاک عقیدہ اسلام نے سکھایا ہے وہ خود اپنے اندر ایک ایسی کشش اور خوبصورتی رکھتا ہے کہ بغیر تنخواہ اور واعظون کے جن کی فوجون کی فوجین عیسائیت کے لئے کام کر رہی ہین ۔ اسلام تو مرید نبانے مین عیسائیت سے بہت بڑھکر کامیاب ہو رہا ہے ہندوستان کی آبادی مین گذشتہ دس سال مین معمولی ترقی مردم شماری کی رُو سے صرف تین فیصدی کے قریب ہے اور اس نسبت کے لحاظ سے مسلمانون کی تعداد مین صرف سترہ لاکھ کی زیادتی ہونی چاہئے تھی ۔ مگر بجائے سترہ لاکھ کے ہم پچاس لاکھ کی ترقی دیکھتے ہین جس سے معلوم ہوا کہ ۳۳ لاکھ کی ترقی یا اس کے قریب قریب صرف اس وجہ سے ہوئی ہے کہ دوسرے مذاہب کے لوگ بکثرت اسلام مین داخل ہوئے ہین اور یہ تو ایک مثال ہے ورنہ جہان جہان اسلام کو عیسائیت کے ساتھ ساتھ اپنی تعلیم پیش کرنے کا موقع ملا ہے ۔ وہان ہی ہم دیکھتے ہین کہ اسلام مین داخل ہونیوالے لوگون کی تعداد عیسائیت مین داخل ہونیوالون سے بہت بڑھی رہی ہے اب بالمقابل اسلام کی اس ترقی کے ہندوستان مین انھی دس سال کے اندر عیسائیون کی تعداد مین کل ترقی بمع نئی پیدائشون کے صرف چھ لاکھ انتالیس ہزار ہوئی ہے اب یہ کہدینا کہ عیسائیون کی تعداد کے لحاظ سے بتیس فیصدی ترقی ہے، دھوکہ دینا ہے نبانا تو یہ چاہئے کہ واعظون کی جو فوجین کام کر رہی ہین اور جو روپیہ پانی کی طرح بہایا جا رہا ہے اسکے لحاظ سے بمقابل اسلام کے کسقدر ترقی عیسائی مذہب کو ہوئی کیونکہ نسبت تو مریدون کی وہ صحیح ہوگی جو ذرایع کے لحاظ سے لگائی جاوے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی ترقی کی وجہ صرف

اس کے اصول کی صداقت ہے اور عیسائیت کی ترقی کی وجہ محض روپیہ ہی

اسلام مین ایک خوبی ایسی ہے جو دوسری کسی مذہب مین پائی نہین جاتی یعنی اسلام اس خدا کی طرف بلاتا ہے جس کا بت پرست یا عیسائی بھی انکار نہین کر سکتے سچے خدا کے ساتھ لوگون نے طرح طرح کی غلطیان ڈالی ہین کسی نے یسوع کو خدا بنا لیا کسی نے بتون کو کسی نے کرشن کو کسی نے کسی کو مگر ان تمام قومی اور عارضی خداؤن کے علاوہ جن پر کوئی سی دو قومون کا بھی باہمی اتفاق نہین سب قومون نے سچے خدا کو بھی تسلیم کیا ہے مگر اسلام ان تمام قومی خداؤن سے بیزار ہے اور صرف اس اکیلے سچے خدا کو پیش کرتا ہی جو تمام عیبون سے پاک اور تمام نقصون سے بری ہے پس اسلام کو کوئی مذہب کیونکر جیت سکتا ہے جسکے خدا سے کسی کو بھی انکار نہین علاوہ اسکے جن لوگون نے خدا کو ایک بھی مانا ہے انکی تعلیم مین بھی کچھہ نہ کچھ نقص باقی ہے کوئی اسکو نیستی سے ہستی کرنے پر قادر نہین سمجھتا اور مادہ اور ارواح کو اسکا شریک ٹھہراتا ہے کوئی اسکو زندہ خدا نہین سمجھتا مگر اسلام اس خدا کو پیش کرتا ہے جو ہر چیز پر قادر اور ہمیشہ زندہ چلا آتا ہے جو اپنے بندون کی دعائین سنتا اور ان کو جواب دیتا ہے اور جو اپنی ہستی اور قدرت کے عجیب نشان آپ ظاہر کرتا ہے پس عیسائی مذہب ایسی پاک مذہب کا مقابلہ کیونکر کر سکتا ہے بلکہ عیسائی مذہب کا قومی خدا زمانہ مین روشنی اور تعلیم پھیلنے کیساتھ ساتھ خود ہی زائل ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسیگہ بھی اکثر عیسائی صاحبان کہدیا کرتے ہین کہ تعلیم کا اثر اسلام پر بھی یہی ہوا ہے جہان تعلیم یافتہ عیسائی یسوع کی خدائی اور کفارہ کا کھلا کھلا انکار شایع کر رہی ہین جو یہی اس مذہب کا شہتیر ہے تعلیم یافتہ مسلمانون نے خدائی واحد کا انکار نہین کیا اگر کوئی اختلاف ہی تو وہ اور معاملات مین ہی بلکہ جو عیسائی یسوع کی خدائی کا انکار کر رہے ہین۔ وہ بھی اصل مین اسلام کی تعلیم کی طرف ہی چلے آرہے ہین۔ باقی رہی نجات سو اسمین عیسائیون نے بہت سخت ٹھوکر کھائی ہے اوّل تو یہ قرار دیا کہ محض گناہ نہ کرنا ہی نجات ہی حالانکہ اسلام کی تعلیم ہمین بتاتی ہے کہ گناہ سے بچنا نجات کے زینہ کی پہلی سیڑھی ہے اور اصل مقصد کو حاصل کرنیکے لئے بڑی بڑی منازل انسان کو طے کرنے چاہئین مگر ایک غلطی پر دوسری غلطی یہ کہ نجات کے اس ناقص مفہوم تک پہنچنے کا بھی سیدھا راہ اس مذہب نے نہین پایا بلکہ ناحق ایک بے تعلق بات کیساتھ اسے لگا دیا کہ یسوع کے کفارہ کو مان لینے سی گناہ جاتے رہتے ہین ایسے ناقص مذاہب کے متعلق یہ امید رکھنا کہ وہ ابھی اور ترقی کریگا۔ این خیال است و محال است و جنون +

رؤیا و الہامات حضرت مسیح موعودؑ

۲ دسمبر ۱۹۰۵ء قرب اجلک المقدر ولا نبقی لک من المخزیات ذکرا۔ قل میعاد ربک ولا نبقی لک من المخزیات شیئاً۔ ۷ دسمبر ۱۹۰۵ء یہی الہامات پھر ہوئے اور ساتھ یہ الفاظ زاید تھے واخر دعوینا ان الحمد للہ رب العلمین۔ ۹ دسمبر ۱۹۰۵ء نئی قبرستان کی زمین کے متعلق الہام ہوا۔ انزل فیہا کل رحمۃ ۱۳ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ کبرت فتنۃ۔ ۱۴ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ جاء وقتک۔ ونبقی لک الآیات باہرات۔ ۲۔ جاء وقتک ونبقی لک الآیات بینات۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۰۵ء قال ربک انہ نازل من السماء ما یرضیک رحمۃ منا وکان امرًا مقضیا۔ قرب ما توعدون۔ ۲ امرت نافذا۔

۲۲ دسمبر ۱۹۰۵ء واما بنعمت ربک فحدث۔ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۵ء۔ یا قمر یا شمس انت منی وانا منک۔ فرمایا اس الہام میں خدا تعالیٰ نے ایک دفعہ اپنے آپ کو سورج فرمایا ہے اور مجھی چاند اور دوسری دفعہ مجھے سورج فرمایا ہے اور اپنے آپ کو چاند یہ ایک لطیف استعارہ ہے جسکی ذریعہ سے خدا تعالیٰ نے میری نسبت یہ ظاہر فرمایا ہے کہ میں ایک زمانہ میں پوشیدہ تھا اور اسکی روشنی کے انعکاس سے میں ظاہر ہوا۔ اور پھر فرمایا کہ ایک زمانہ میں وہ خود پوشیدہ تھا۔ پھر وہ روشنی جو مجھ دی گئی۔ اس روشنی نے اسکو ظاہر کیا یہ ایک مشہور مسئلہ ہے کہ نور القمر مستفاض من نور الشمس۔ یعنی چاند کا نور سورج کی نور سے فیض حاصل کرنیوالا ہے پس اس الہام میں اوّل خدا تعالیٰ نے اپنے تئیں سورج قرار دیا اور خدا تعالیٰ نے اپنے تئیں قمر قرار دیا کیونکہ وہ میری ذریعہ سے ظاہر ہوا اور اس نے اپنا زندہ وجود میرے وسیلہ سے لوگون پر نمایاں کیا یہ شمس و قمر کا خطاب الہام کے دوسرے حصہ کی تشریح ہے کہ انت منی وانا منک۔ یہ ایک ایسی تعبیر ہے جو انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتی۔ ۲ انا نبشرک بغلام۔ نافلۃ لک۔ نافلۃ من عندی ۱۳ دسمبر ۱۹۰۵ء رؤیا دیکھا کہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی قبر کے پاس تین اور قبریں ہیں اور ایک قبر پر لال کپڑا ڈالا ہے یکم جنوری ۱۹۰۶ء ۳۔ جنوری ۱۹۰۶ء الٰی مع الافواج اتیک بغتۃ حرامٌ علٰی قریۃ اھلکنھا انھم لا یرجعون۔ وضعنا عنک وزرک الذی انقض ظہرک۔

۹۔جنوری ۱۹۰۶ء۔ اللہ غالب علی کل شئ ینجیک من کرب۔ رؤیا میں دیکھا کہ بہت سے ہندو آئے ہیں اور انہوں نے ایک کاغذ پیش کیا کہ اسپر دستخط کردو۔ میں نے کہا کہ میں دستخط نہیں کرتا۔ اسپر انہوں نے کہا کہ پبلک نے تو کردیئے ہیں۔ میں نے جواب دیا کہ میں پبلک میں نہیں یا پبلک سے باہر ہوں۔ اور ایک اور بات کہنے کو تھا۔ مگر کہی نہیں اور وہ یہ تھی کہ کیا خدا نے بھی اس پر دستخط کردیئے ہیں۔

۱۰ جنوری ۱۹۰۶ء۔ خواب میں دیکھا کہ دہلی گئے ہیں اور بخیریت واپس آئے ہیں تو الہام ہوا کہ الحمد للہ الذی اوصلنی صحیحًا

۱۲ جنوری ۱۹۰۶ء کو رؤیا دیکھا کہ محمد حسین کہتا ہے قطع دابر القوم فکر ہوا کہ یہ دشمن ہے کیا کہتا ہے۔ الہام ہوا فقطع دابر القوم الذین لایومنون۔ ۱۳ جنوری ۱۹۰۶ء قل اللہ ثم ذر کل شئ۔ ان اللہ مع الذین ھم یتقون ۱۴ جنوری ۱۹۰۶ء (۱) کتب اللہ لاغلبن انا و رسلی۔ (۲) سلامٌ قولاً من رب رحیم (۳) ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ ترجمہ (۱) خدا نے ابتدا سے مقدر کر چھوڑا ہے کہ وہ اور اس کے رسول غالب رہیں گے۔ (۲) خدائے رحیم کہتا ہے کہ سلامتی ہے یعنی خائب و خاسر کی

یاددہانی

دسمبر سال گذشتہ کے رسالہ ساتھ سب احباب کی خدمت میں عرض کیا گیا تھا کہ بار بار کے تقاضوں اور آخر بعض حالتوں میں بقایا کے نہ وصول ہونے کے جھگڑوں سے بچنے کے لئے یہ تجویز کی گئی ہے کہ سب احباب ابتدائی تین ماہ کے اندر اندر قیمت رسالہ کی ادا کردیں اور جو ان تین ماہ کے اندر یعنی اخیر مارچ ۱۹۰۶ء تک قیمتیں ادا نہ کرسکتے ہوں وہ بہرحال دفتر میں اطلاعی کارڈ بھیجدیں کہ کس مہینہ میں وہ اپنی قیمت بھیجیں گے یا کس ماہ کے پرچے کو وی پی کر کے اُنسے قیمت وصول کی جاوے یہ رعایت صرف پچھلے خریداروں سے ہے ورنہ آئندہ کوئی رسالہ بغیر قیمت پیشگی وصول ہونے کے جاری نہ کیا جاوے گا۔ نیز احباب کی خدمت میں یہ بھی التماس ہے کہ ابتدائے سال میں اخراجات زیادہ ہوتے ہیں اسلئے حتی الوسع جلدی قیمتوں کے بھیجنے کی کوشش کریں اور مارچ کا انتظار نہ کریں

افسوس کہ خریداروں کی تعداد میں ترقی کی رفتار بہت ہی سست ہے۔ ہمارے احباب توجہ کریں۔

نوٹس

یہ نوٹس ان تمام بقایا داران کے نام ہے جنہوں نے دفتر کے وی پی انکاری کردیئے ہیں۔ اور بار بار یاددہانی کے باوجود بقایا ادا کرنے کیطرف توجہ نہیں کی۔ آئندہ کے لئے انکا اختیار ہے کہ دفتر میں اطلاع دے کر رسالہ بند کردیں یا اگر وہ چاہتے ہیں تو جاری رکھیں۔ مگر بقایا کی وصولی سے ہم کسی طرح درگذر نہیں کرسکتے اور جو خریداران اسقدر بدخلقی سے پیش آرہے ہیں کہ نہ صرف وی پی انکاری کرکے اسکی وجہ ہی نہیں دیتے بلکہ پھر دفتر سے بار بار خطوط لکھے جاتے ہیں تو ان کا جواب تک بھی نہیں دیتے۔ ان کو یاد رکھنا چاہیئے کہ اگر وہ دفتر کے جائز مطالبوں سے اس طرح سے انکار کرنے پر مصر رہیں گے تو ان کے نام بذریعہ رسالہ مشتہر کئے جاویں گے

مینیجر

رجسٹرڈ ایل نمبر ۳۰۲

جاپان میں اشاعت اسلام اور اعانت کا سلسلہ

سب سے اول میں ان احباب کو جزاکم اللہ خیرا کہتا ہوں جنہوں نے سلسلہ اعانت میگزین میں نہایت سرگرمی دکھائی ہے ایسے احباب کا ذکر وقتاً فوقتاً میگزین میں ہوتا رہا ہے مگر اسکی تازہ نظیر جہلم کی جماعت احمدی ہے جنہوں نے میری توقع سے بہت بڑھکر اس کارِ خیر میں حصہ لیا ہے یعنی اٹھانوے روپے کی رقم جمع کرکے بھیجی ہے کہ اسکے عوض جاپان میں یا کسی اور جگہ رسالے بھیجے جاویں۔ خدا تعالیٰ ان تمام مخلص احباب کو جزائے خیر دے اور دوسری جگہ کی جماعتوں کو جنہوں نے ابتک خاموشی اختیار کی ہوئی ہے اس نمونہ پر چلنے کی توفیق دے آمین یہ فہرست دوسری جگہ اخبار میں انشاء اللہ شایع کیجاوے گی سر دست میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ احباب کو جو اعانت بھیجتے ہیں اس قید کے لگانیکی ضرورت نہیں کہ اس روپیہ سے ایک خاص ملک میں اشاعت ہو۔ آجکل اکثر احباب لکھدیتے ہیں کہ جاپان میں ہی اشاعت ہو مگر میں اس امر کے اظہار کو اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جاپان میں بہت کثرت سے انگریزی رسالے بھیجنے مفید نہیں ہوسکتے کیونکہ اصل زبان ملک کی اور عوام کی انگریزی نہیں بلکہ انگریزی زبان لوگ شوقیہ پڑھ لیتے ہیں اسلئے جاپان کے متعلق میں بالفعل صرف یہ انتظام کر رہا ہوں کہ وہاں کے بڑے بڑے شہروں میں جسقدر پبلک لائبریریاں یا پبلک ریڈنگ روم ہیں اور جہاں طرح طرح کی اخبارات جمع ہوتی ہیں صرف ایسے مقامات کے پتے حاصل کرکے وہاں رسالہ بھیجا جاوے تا جو شخص پبلک میں سے انگریزی پڑھ سکتا ہے وہ اس سے فائدہ اٹھاسکے اور باقی رسالے زیادہ تر انگلستان اور امریکہ میں بھیجے جاویں جہاں پبلک کی زبان انگریزی ہے تا جس دل پر خدا چاہے انکا اثر ہو چنانچہ اسی غرض کیلئے میں نے شیخ عبداللہ کوئیلیم اور مسٹر محمد الگزنڈر رسل وب وغیرہ سے فہرستیں منگوائی ہیں اور اور منگوانیکی کوشش کر رہا ہوں اور ایسا ہی بعض اخبارات میں جیسے کریسنٹ اور لائٹ آف ڈی ورلڈ یہ اشتہار بھی شایع کرایا ہے جاپان کے متعلق وہی تجویز احسن معلوم ہوتی ہے جس کا ذکر مسٹر محمد اسحاق پراچہ نے اپنے خط مندرجہ پیسہ اخبار میں کیا ہے یعنی چھوٹے چھوٹے رسالے یہاں سے تالیف کرکے بھیجے جاویں اور اپنے خرچ پر جاپانی زبان میں ترجمہ کراکر پھر مفت پبلک میں شایع کئے جاویں اسکے لئے اللہ تعالیٰ سے ہی استدعا ہے کہ وہ مجھے ان تالیفات کیلئے اور احباب کو ان کی اشاعت کیلئے ہمت اور توفیق دے میں یہ بھی ذکر کردینا مناسب سمجھتا ہوں کہ جب کوئی دوست روپیہ بھیجتا ہے تو فی الفور اسکی عوض رسالہ نہیں بھیجا جاتا بلکہ جب کوئی عمدہ موقع بھیجنے کا ملے تو اسوقت بھیجا جاتا ہے۔

چند بعض ایسے کرمفرماؤں نے جو اس جماعت میں داخل نہیں یہ خواہش ظاہر کی ہے کہ اگر رسالہ انگریزی میں خدا کے اس سلسلہ کا ذکر نہ ہو تو وہ بھی ممالک غیر میں اشاعت کے لئے مدد دینے کو تیار ہیں۔ میرا یہ گمان ہے کہ انہوں نے نیک نیتی سے ہی یہ لکھا ہوگا اسلئے میں انکو سوائے اسکے کچھ نہیں کہتا کہ خدا کا سلسلہ کسی کا محتاج نہیں اور یہی سلسلہ ہے جسکے ذریعہ سے اسلام دوسرے ادیان پر غالب آسکتا ہے ہم اس راہ پر چلتے ہیں جو خدا کے اس برگزیدہ انسان نے ہمیں بتائی جسکی سچائی کو ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے اور جسکی صداقت پر کامل اطمینان حاصل کرچکے ہیں پس جس نور کے ذریعہ سے ہمنے ہدایت پائی اگر ہم اسکو دنیا کے سامنے پیش نہ کریں تو ہم سے بڑھکر کافر نعمت کون ہوگا۔ اس سلسلہ کا حامی خود خدا تعالیٰ ہے۔ اور وہ اس کی سب ضروریات کی تکمیل کریگا ہم مجبور ہیں کہ کسی انسان کی خواہش کی پیروی نہیں کرسکتے بلکہ اسی راہ پر چلیں گے جسپر خدا نے ہمیں چلایا۔ فانتظروا انی معکم من المنتظرین۔

محمد علی